ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
42
www.tanzeem.org
27 محرم الحرام تا 3 صفر المظفر 1437ھ / 10 تا 16 نومبر 2015ء

اس شمارے میں

خصوصی اشاعت: حرمتِ سود نمبر

حرمتِ سود اور قرآن کی حکمت قانون سازی

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَابَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ o﴾ (البقرہ:278)

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم واقعی ایمان لائے ہو۔‘‘

اسلام نے اس آیت میں لوگوں کے حق میں وہ سودی منافع چھوڑ دیا جو وہ کھا چکے تھے۔ یہ فیصلہ نہ کیا کہ کھایا ہوا سود بھی ان سے وصول کیا جائے۔ نہ اسلام نے ان کی تمام یا کچھ جائیداد کو اس سبب سے ضبط کرنے کا حکم دیا کہ ان کے کاروبار میں سود شامل تھا۔ اس لیے کہ اسلام میں کوئی بات اس وقت تک حرام نہیں قرار پاتی جب تک اسے اللہ تعالیٰ حرام قرار نہ دیں۔ بغیر قانون سازی کے کوئی حکم نہیں دیا جا سکتا۔ اور قانون کا مزاج یہ ہے کہ وہ اپنے آثار اپنے نفاذ کے بعد ظاہر کرتا ہے۔ جو گزر چکا، سو گزر چکا۔ گزرے ہوئے معاملات اللہ کے سپرد ہیں۔ ان پر قانونی احکام کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس طرح اسلام نے سوسائٹی کو ایک بڑے دھماکہ خیز اقتصادی اور اجتماعی بحران سے بچا لیا۔ اس لیے کہ اس قانون کو اگر موثر بماضی قرار دیا جاتا تو ایک بہت بڑا بحران پیدا ہو جاتا۔ یہ وہ اصول ہے جسے جدید قانونی نظام نے حال ہی میں اپنایا ہے۔ اس لیے کہ اسلام میں قانون سازی اس لیے کی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کی واقعی اور عملی زندگی کی اصلاح ہو۔ وہ اسے صحیح راستے پر ڈالے، اسے گندگیوں سے پاک کرے، اسے ناجائز بندھنوں سے آزاد کرے تاکہ وہ ترقی کرے اور اس کا معیار بلند ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام نے اہل ایمان کے ایمان کو اس بات پر موقوف کر دیا کہ وہ تب ہی مومن ہوں گے جب وہ اس قانون سازی کو قبول کریں۔ کسی قانون کے نازل ہوتے ہی اور علم میں آتے ہی وہ اسے اپنی زندگی میں نافذ کر دیں۔ اس کے ساتھ اسلام ان کے دلوں میں خوفِ خدا اور تقویٰ بھی پیدا کرتا ہے۔ تقویٰ کا شعور ہی وہ گارنٹی ہے جس کے ذریعہ اسلام اپنے قوانین نافذ کراتا ہے۔ یہ وہ گارنٹی ہوتی ہے جو خود اہل ایمان کے نفس کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ یہ اندر کا چوکیدار ہوتا ہے اور اسلام میں اس کا درجہ ان گارنٹیوں اور چوکیداروں سے اونچا ہے جو کسی قانون کو روایتی طور پر حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ اسلامی قوانین کو نفاذ کے لیے وہ گارنٹی اور نگرانی حاصل ہوتی ہے جو جدید دور کے وضعی قوانین کو حاصل نہیں ہوتی، اس لیے کہ یہ قوانین صرف خارجی دباؤ کی وجہ سے نافذ ہوتے ہیں۔ اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ خارجی نگران کو کس خوبی سے جل دی جا سکتی ہے، بالخصوص ایسے حالات میں جب انسان کے ضمیر کے اندر کوئی چوکیدار نہ بیٹھا ہو یعنی خدا خوفی اور رضائے الٰہی کا نگران۔

سید قطب شہیدؒ کی تفسیر ’’فی ظلال القرآن‘‘ سے ایک اقتباس

الہدیٰ (679)

یہ زلزلے اور سیلاب نصیحت ہیں

ڈاکٹر اسرار احمد

سُورۃ بَنِی اِسْرَاءِیل — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — آیات:58، 59

وَاِنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا نَحْنُ مُہْلِکُوْہَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اَوْ مُعَذِّبُوْہَا عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ کَذَّبَ بِہَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَۃَ مُبْصِرَۃً فَظَلَمُوْا بِہَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا ﴿۵۹﴾

آیت ۵۸ ﴿وَاِنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا نَحْنُ مُہْلِکُوْہَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اَوْ مُعَذِّبُوْہَا عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ﴾ ''اور نہیں ہے کوئی بستی مگر ہم اسے ہلاک کر کے رہیں گے روزِ قیامت سے قبل یا ہم عذاب دیں گے اُسے بہت ہی شدید عذاب۔''

یہ اشارہ ہے اُس بہت بڑی تباہی کی طرف جو قیامت سے پہلے اس دنیا پر آنے والی ہے۔ سورۃ الکہف کی دوسری آیت میں اس کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے: ﴿لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْہُ﴾۔ ''تا کہ (لوگوں کو) سخت عذاب سے ڈرائے جو اُس کی طرف سے آنے والا ہے۔''

﴿کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾﴾ ''یہ (اللہ کی) کتاب میں لکھا ہوا ہے۔''

یعنی یہ طے شدہ امور میں سے ہے۔ ایک وقت معین پر یہ سب کچھ ہو کر رہنا ہے۔

آیت ۵۹ ﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ کَذَّبَ بِہَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ﴾ ''اور ہمیں نہیں روکا (کسی اور بات نے) کہ ہم نشانیاں بھیجیں' سوائے اس کے کہ ان کو جھٹلا دیا تھا پہلے لوگوں نے۔''

اللہ تعالیٰ نے حسی معجزات دکھانے صرف اس لیے بند کر دیے ہیں کہ سابقہ قوموں کے لوگ ایسے معجزات کو دیکھ کر بھی کفر پر ڈٹے رہے اور ایمان نہ لائے۔ یہ وہی مضمون ہے جو سورۃ الانعام اور اس کے بعد نازل ہونے والی مکی سورتوں میں تسلسل سے دہرایا جا رہا ہے۔

﴿وَاٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَۃَ مُبْصِرَۃً فَظَلَمُوْا بِہَا ؕ﴾ ''اور ہم نے قومِ ثمود کو اونٹنی دی آنکھیں کھول دینے والی نشانی (کے طور پر) تو انہوں نے اس کے ساتھ بھی ظلم کیا۔''

قوم ثمود کو ان کے مطالبے پر اونٹنی کا بصیرت افروز معجزہ دکھایا گیا مگر انہوں نے اس واضح معجزے کو دیکھ لینے کے بعد بھی حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے کے بجائے اس اونٹنی ہی کو مار ڈالا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مٹی سے زندہ پرندے بنانے اور ''قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ'' کہہ کر مُردوں کو زندہ کرنے تک کے معجزات دیے گئے' مگر کیا انہیں دیکھ کر وہ لوگ ایمان لے آئے؟

﴿وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا ﴿۵۹﴾﴾ ''اور ہم نہیں بھیجتے نشانیاں مگر صرف ڈرانے کے لیے۔''

نشانیاں یا معجزے بھیجنے کا مقصد تو لوگوں کو خبردار کرنا ہوتا ہے' سو یہ مقصد قرآن کی آیات بخوبی پورا کر رہی ہیں۔ اس کے بعد اب اور کون سی نشانیوں کی ضرورت باقی ہے؟ اگلی آیت میں یہی بات تین مثالوں سے مزید واضح کی گئی ہے کہ یہ لوگ کس طرح قرآن کی آیات کے ساتھ بحث برائے بحث اور انکار کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں اور یہ کہ اللہ نے حسی معجزات دکھانا کیوں بند کر دیے ہیں۔

فرمان نبویؐ

حرمتِ سود

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ صلی اللہ علیہ وسلم:

((اَتَیْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ عَلٰی قَوْمٍ بُطُوْنُھُمْ کَالْبُیُوْتِ فِیْھَا الْحَیَّاتُ تُرٰی مِنْ خَارِجِ بُطُوْنِھِمْ فَقُلْتُ مَنْ ھٰؤُلَاءِ یَا جِبْرَآئِیْلَ؟ قَالَ ھٰؤُلَاءِ اَکَلَۃُ الرِّبٰوا))

(رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس رات مجھے معراج ہوئی میرا گزر ایک ایسے گروہ پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی طرح ہیں اور اُن میں سانپ بھرے ہوئے ہیں جو باہر سے نظر آتے ہیں۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ (جو ایسے عذاب میں مبتلا ہیں) انہوں نے بتایا کہ یہ سود خور لوگ ہیں۔''

تشریح: معراج کی شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم غیب کی بہت سی چیزوں کا مشاہدہ کرایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت اور دوزخ کے بعض مناظر بھی دکھائے گئے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''علم الیقین'' کے بعد ''عین الیقین'' کا مقام بھی حاصل ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی مشاہدہ کی بناء پر بھی لوگوں کو عذاب و ثواب سے آگاہ کر سکیں۔ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوزخ کا ایک یہ منظر بھی دکھایا گیا صحابہ کرامؓ نے اِس مشاہدہ کو خود آپؐ کی زبانِ مبارک سے سنا اور اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے بعد کے روایانِ حدیث کو کہ ان کی محنت و نعایت کے طفیل حدیث کی مستند کتابوں کے ذریعے یہ مشاہدہ ہم تک بھی پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا یقین نصیب فرمائے کہ دل کی آنکھوں سے یہ منظر ہمیں بھی نظر آئے۔ آمین!

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

27 محرم الحرام تا 3 صفر المظفر 1437ھ جلد 24
10 تا 16 نومبر 2015ء شمارہ 42

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: -36316638-36366638
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ------------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر "مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
حافظ عاکف سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈوب مرنے کا مقام!

انسداد سود کے ضمن میں تنظیم اسلامی پاکستان کی جانب سے دائر کی گئی آئینی پٹیشن کو مسترد کرتے ہوئے سپریم کورٹ کے ایک جج نے جو مضحکہ خیز ریمارکس دیئے ہیں اس کے حوالے سے آج کل اخبارات اور ٹیلی مواصلات میں بہت کچھ لکھا اور کہا جا رہا ہے۔ ہم اس پر مزید کوئی تبصرہ کیے بغیر امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے اس اداریتی مضمون کو دوبارہ شائع کر رہے ہیں جو انہوں نے نائب امیر تنظیم اسلامی و مدیر ہفت روزہ "ندائے خلافت" کی حیثیت سے جون 2002ء میں اس وقت لکھا تھا جب سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ نے جسٹس شیخ ریاض کی سربراہی میں خود سپریم کورٹ ہی کے 22 دسمبر 1999ء کے تاریخ ساز فیصلے کو، جس میں سود کو واضح طور پر حرام قرار دیا گیا تھا، نظرثانی کے نام پر کالعدم قرار دے کر دوبارہ شریعت کورٹ میں بھیج دیا تھا۔ دین کے حوالہ سے معاشرہ جس تیزی سے زوال کا شکار ہے اور جس روانی سے پسپائی اختیار کر رہا ہے اور ہر سطح پر بے حسی کا جس طرح اظہار ہو رہا ہے، خواہش تو یہ تھی کہ بارہ سال پہلے لکھے اس مضمون کا عنوان سخت تر الفاظ میں باندھا جائے لیکن چونکہ قلم کو شائستگی کی زنجیر سے باندھ کر رکھنا ہمارا اولین اور بنیادی اصول ہے، لہٰذا مجبوراً اُسی عنوان کے تحت مکرر شائع کیا جا رہا ہے۔ شاید بحیثیت مسلم قوم دین کے ساتھ اپنے اس طرزِ عمل پر ہمارے دل میں احساس ندامت اُجاگر ہو جائے اور ہم ایک ایسے گناہ کو ترک کرنے کے لیے کمربستہ ہو جائیں جسے اللہ نے اپنے اور اپنے رسولؐ کے خلاف جنگ قرار دیا ہے۔ (ادارہ)

24 جون 2002ء کا دن دینی و مذہبی اعتبار سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی تاریخ کے سیاہ ترین دن کی حیثیت سے یاد رکھا جائے گا، جب ملک کی اعلیٰ ترین عدالت نے بہت سے دستوری و قانونی تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے معاملے کو نمٹانے کے انداز میں اپنے ایک مختصر فیصلے کے ذریعے معاشی میدان میں اسلامائزیشن کے ضمن میں کی گئی گزشتہ کم و بیش پندرہ بیس سال کی مساعی اور قابل قدر پیش رفت پر خط تنسیخ پھیر دیا۔ ہر دیدۂ بینا رکھنے والا شخص اس امر کا بخوبی مشاہدہ کر رہا تھا کہ سود کے خاتمے اور بلاسود بینکاری کے فروغ کے لیے حکومت وقت کو گزشتہ سال پریم کورٹ کے اپیلٹ بنچ سے ملنے والی اضافی مہلت 30 جون کو ختم ہو رہی تھی جبکہ اس پورے عرصے کے دوران حکومت نے اس معاملے میں مجرمانہ غفلت کو اپنا شعار بنائے رکھا، سود کے خاتمے اور متبادل نظام کے قیام کے لیے ضروری ہوم ورک سے حسب سابق صرف نظر کیے رکھا اور جب وہ مہلت ختم ہونے کو آئی تو انتہائی بددیانتی سے کام لیتے ہوئے سپریم کورٹ کے ایک ایسے اپیلٹ بنچ کے ذریعے وفاقی شرعی عدالت کے تاریخ ساز فیصلے کو انتہائی بھونڈے انداز میں کالعدم کروا دیا جو اس معاملے میں نظرثانی کی سماعت کا سرے سے مجاز ہی نہیں تھا۔ نئے بنچ کی تشکیل میں بھی حکومت کی بدنیتی بالکل ظاہر و باہر تھی۔ پھر اگر فاضل عدالت کے نزدیک واقعی کچھ نئے نکات عدالت میں اٹھائے گئے تھے تو ضروری تھا کہ ان نکات کا جواب تیار کرنے اور پھر تفصیلی سماعت کے لیے مزید وقت دیا جاتا اور عجلت میں اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے اجتناب کیا جاتا۔ قبل ازیں 19 جون کو ملکی اخبارات میں شائع ہونے والے ایک

حکومتی ترجمان کا یہ بیان بھی حکومت کے ناپاک عزائم کا غماز تھا کہ شریعت کی رو سے خواہ سود حرام ہو، لیکن چونکہ اس وقت ملک وقوم کی مصلحت سودی نظام میں ہے لہٰذا ہم اسے جاری رکھیں گے!...... انا للہ وانا الیہ راجعون!!...... چنانچہ اس حکومتی ڈرامے کا ڈراپ سین 24 جون کو ہوا جب ایک مختصر عدالتی فیصلے کے ذریعے معیشت کی اسلامائزیشن کے ضمن میں اعلیٰ عدالتوں کے سابقہ تاریخ ساز فیصلوں کو بیک قلم کالعدم قرار دے دیا گیا...... مسلمانان پاکستان کے لیے یہ شرم سے ڈوب مرنے کا مقام نہیں تو اور کیا ہے!

سب سے بڑھ کر ڈوب مرنے کا مقام ارباب حکومت کے لیے ہے جنہوں نے پاکستان کو خارجی اور داخلی دونوں سطحوں پر درپیش سخت ترین حالات میں بھی اللہ کے دامن کو تھامنے کی بجائے اللہ اور اس کے دین سے بغاوت کے راستے کو ترجیح دی اور اللہ کے غضب کو دعوت دینے کا سامان کیا۔

شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ان دینی، مذہبی، سیاسی جماعتوں کے لیے بھی ہے جو بحالیٔ جمہوریت کے لیے تحریک چلانے اور تشدد برداشت کرنے کو تو باعث فخر جانتی ہیں لیکن اس اہم ترین دینی مسئلے یعنی سود کے خاتمے کے لیے جن کے ساتھ مسلمانانِ پاکستان کا ہی نہیں، خود پاکستان کا مستقبل بھی وابستہ ہے، حکومت پر دباؤ ڈالنے اور اس معاملے میں مل جل کر زوردار عوامی تحریک چلانے کے بارے میں انہوں نے آج تک کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی بلکہ ایک مردِ درویش کی جانب سے باربار توجہ دلانے کے باوجود بھی اس معاملے کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا۔

شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ان غیرسیاسی دینی و مذہبی طبقات کے لیے بھی ہے جو گردوپیش سے آنکھیں بند کیے محض تعلیم وتدریس کا کام کرنے یا قوم کو میٹھے وعظ کی لوریاں دے کر سلانے میں مصروف ہیں اور انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ سودی معیشت کی دلدل میں گردن تک غرق پوری پاکستانی قوم آج اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف حالت جنگ میں ہے۔ حالانکہ وہ اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ جب معاش میں حرام در آئے تو کوئی عبادت قبول ہوتی ہے نہ دعا!

شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ان اہل دانش وخرد کے لیے بھی ہے جو قرآن وسنت کو اپنی عقل اور عصری تقاضوں کے تابع بنانے کی خاطر ''خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں'' کی روش پر عمل پیرا ہیں اور اس مغالطہ کا شکار ہیں کہ وہ دینی و مذہبی اعتبار سے کوئی مفید تعمیری خدمت سرانجام دے رہے ہیں! انہی میں وہ لوگ بھی ہیں جو ابوالفضل اور فیضی کا کردار ادا کرتے ہوئے حکمرانوں کی خوشنودی اور اپنے ذاتی مفادات کی خاطر اپنی عقل ودانش کے بل پر اللہ کے دین کا حلیہ بگاڑنے سے بھی دریغ نہیں کرتے، خواہ وہ عدل وانصاف کی مسند پر براجمان ہوں۔

شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے ان عوام الناس کے لیے بھی کہ دنیا پرستی جن کا شعار بن چکا ہے اور وہ یا تو سود میں خود پوری طرح ملوث ہیں، اور یا اگر ملوث نہیں ہیں تب بھی سودی نظام کے خلاف کسی عملی جدوجہد میں شرکت کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ☆☆☆

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

رفیق چودھری

پاکستان میں سود سے پاک اور خالصتاً اسلامی اصولوں پر مبنی معاشی نظام قائداعظم کا خواب تھا جس کا اظہار انہوں نے اسٹیٹ بینک کے افتتاح کے موقع پر اپنے آخری خطاب میں واضح طور پر کیا تھا، نیز سود سے پاک، عدل وانصاف اور فلاح عامہ کی ضامن اسلامی معیشت پاکستان کے 18 کروڑ مسلمانوں کا شرعی اور آئینی حق ہے، مگر پاکستانی حکومتوں، عدلیہ اور ارباب اختیار نے یہ حق دینے کی بجائے سودی معیشت کے استحصالی شکنجے میں جکڑ کر ان کی رگوں سے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لینے کا جو اہتمام کیا، اس کے نتیجہ میں آج پاکستانی عوام غربت، بے روزگاری، مہنگائی کے ہاتھوں مجبور ہو کر خودکشیوں اور خودسوزیوں پر مجبور ہیں، مائیں اپنے لختِ جگروں کا گلا گھونٹ رہی ہیں اور کہیں والدین اپنے بچوں کو فروخت کر رہے ہیں۔ کیا اس سب کے باوجود بھی پاکستانی عوام اپنے شرعی اور آئینی حق کے لیے آواز اُٹھائیں گے؟ اگرچہ سودی لین دین کا شرعی طور پر حرام ہونا اصل مسئلہ ہے اور سود کے خاتمے کے لیے جدوجہد کی اصل اور حقیقی بنیاد یہی ہے کہ شریعت نے اسے حرام مطلق قرار دیا ہے اور اس کا غیر آئینی ہونا ثانوی بات ہے لیکن آئین کو مقدس قرار دینے والے بہرحال غور فرمائیں

☆ کیا حکومت آئین کے آرٹیکل 38 (ایف) کے تحت ملک سے سود کو ختم کرنے کے لیے اپنی آئینی ذمہ داری پوری کرے گی؟

☆ صدر مملکت، وزیراعظم، چیف جسٹس آف پاکستان سمیت دیگر اعلیٰ ومقتدر عہدیداران جنہوں نے اسی آئین کے تحت حلف اُٹھایا ہے' کیا وہ اپنے حلف سے پاسداری کا ثبوت دیتے ہوئے آئین کی اس اہم شق پر عمل درآمد کو یقینی بنائیں گے؟

☆ جمہوریت کی بحالی کے لیے جیلیں بھرنے اور اپنے کارکنوں پر تشدد برداشت کرنے والی سیاسی اور مذہبی جماعتیں' آئین کی بالادستی کا ڈھونڈورا پیٹنا جن کا شیوا ہے، کیا اٹھارہ کروڑ عوام کے اس بنیادی حق یعنی سود سے پاک وخوشحال مستقبل کے ضامن معاشی نظام' کے لیے میدان میں آئیں گی؟

☆ غیرسیاسی دینی جماعتیں اور مذہبی طبقات جو نفاذ شریعت کے علمبردار ہیں، شریعت کے اس اہم مطالبے یعنی سود کے خاتمے کے لیے اپنی خاموشی توڑتے ہوئے آواز اُٹھائیں گے؟

☆ امریکہ کے حکم پر ریمنڈ ڈیوس جیسے بین الاقوامی دہشت گرد، قاتل، جاسوس اور ملک دشمن کو اسلام کے اُصول دیت کا سہارا لے کر راتوں رات رہا کرنے والی حکومت، عدلیہ اور حکومتی ادارے، 68 سال سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حکم عدولی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ کیا اس سرکشی اور کھلی بغاوت پر قوم تائب ہوگی؟

اگر نہیں...... اور اس کے باوجود بھی ہم خود کو مسلمان کہتے ہیں تو پھر یقیناً یہ ہمارے لیے ''ڈوب مرنے کا مقام'' ہے یا پھر زلزلے، سیلاب اور دہشت گردی سے بھی بڑے کسی عذاب کا منتظر رہنا چاہیے کیوں کہ دھرتی کے منصف جب انصاف کا قتل کرنے لگ جائیں تو قدرت کا قانونِ انصاف ہی حرکت میں آیا کرتا ہے۔

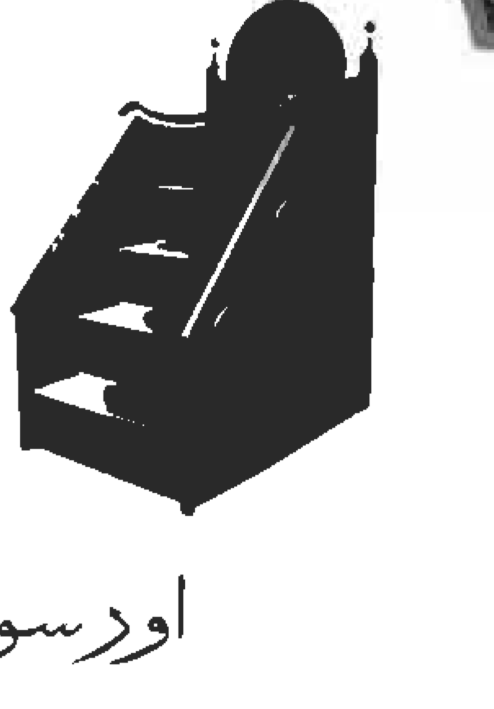

’’سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات‘‘

قرآن حکیم میں سود کی حرمت و شناعت اور سودی سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف اُٹھنے والی آواز کے حوالے سے

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے خصوصی خطاب کی تلخیص

حضرات! میں نے آپ کے سامنے سورۃ البقرہ کے 38 ویں رکوع کی تلاوت کی ہے۔ اس رکوع میں بڑے واضح انداز میں حرمت سود کے متعلق آخری احکامات آئے ہیں اور سخت ترین الفاظ میں سود کی مذمت کی گئی، اور اُس کی شناعت کو بیان کیا گیا ہے۔ آج ہم اِسی کا مطالعہ کریں گے، ان شاء اللہ

رکوع کا آغاز ہوتا ہے۔ فرمایا:

﴿اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ بِالَّیۡلِ وَالنَّہَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً﴾

’’جو لوگ اپنا مال رات اور دن اور پوشیدہ اور ظاہر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔‘‘

یہاں خطاب اہل ایمان سے ہے۔ اُن کا ایک اہم وصف یہ بتایا کہ وہ اللہ کی راہ میں دن رات مال خرچ کرتے ہیں۔ یہ خرچ کرنا خفیہ بھی ہوتا ہے اور ظاہراً بھی۔ مال ہمیں اللہ نے عطا کیا ہے۔ اس میں ہماری معیشت کا سامان بھی ہے اور یہ بہت بڑا ذریعہ آزمائش بھی ہے۔ اس لیے کہ اس کی محبت انسان کی طبیعت کا حصہ ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ انسان مال کی محبت میں بڑا سخت ہے۔

مال کے تعلق سے لوگوں میں دو قسم کا طرزِ عمل پایا جاتا ہے۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو اپنی جائز ضروریات پوری کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ یہ مال ہمارا اپنا نہیں، یہ اللہ کی عطا ہے۔ لہٰذا ہمارے پاس جو زاید از ضرورت مال ہے، اُسے دوسروں کی ضروریات پوری کرنے اور اُن کی مشکلات رفع کرنے میں خرچ کر دینا چاہیے۔ مال و دولت کے حوالے سے یہ اعلیٰ ترین کردار ہے جو اللہ کو بے حد پسند ہے۔ اقبال نے کہا تھا ؎

جو حرف قل العفو میں پوشیدہ تھی اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

دوسرا کردار سرمایہ دارانہ ذہنیت کا حامل ہے۔ یعنی اپنی ضروریات پر تو بے تحاشہ خرچ کیا جائے۔ لباس، خوراک اور رہائش پر اسراف و تبذیر کے مظاہرے ہوں، لیکن آدمی دوسروں پر ایک پیسہ بھی خرچ کرنا گوارا نہ کرے۔ یہ خیال کرے کہ میں اپنے زاید سرمائے سے اور سرمایہ کماؤں۔ یہ میرا مال ہے، میں نے اپنی محنت سے کمایا ہے۔ اپنی ہنرمندی، اپنی صلاحیتوں اور اپنی پلاننگ سے حاصل کیا ہے، اس میں دوسروں کا کوئی استحقاق نہیں ہے۔ میں اُن پر کیوں خرچ کروں۔ اگر کوئی غریب ہے تو جائے بھاڑ میں۔ اُس نے محنت نہیں کی، اپنی صلاحیتوں کو استعمال نہیں کیا، اس لیے چاہے جوتیاں چٹخارتا پھرے، فاقے کرے اور غربت کی وجہ سے خودکشیاں کرے، مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ میرے پاس جو اضافی مال ہے میں اس سے اور زیادہ مال بناؤں گا۔ میں اسے کاروبار میں لگا کر خطرہ مول نہیں لوں گا، بلکہ اس طور سے مال کماؤں گا کہ میرا یہ مال کم نہ ہو۔ (یعنی فکس ڈیپازٹ وغیرہ کے ذریعے سرمائے سے سرمایہ کماؤں گا) اس میں اضافہ ہوتا چلا جائے۔ یہ سرمایہ دارانہ ذہنیت ہے جو اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ یہاں سود کی حرمت اور قباحت بیان کرنے سے پہلے اللہ نے مال کے تعلق سے سچے اہل ایمان کا طرزِ عمل بتا دیا کہ وہ علانیہ اور مخفی دونوں طریقوں سے راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں، اور یہ بھی واضح فرما دیا کہ

﴿فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۲۷۴﴾﴾

’’ان کا صلہ پروردگار کے پاس ہے اور ان کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ غم۔‘‘

یہ لوگ مطمئن رہیں، اُن کے اس طرزِ عمل پر انہیں اجر عظیم سے نوازا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں بھی بہت زیادہ اجر عطا فرمائیں گے، اور دنیا میں بھی انہیں خوف و حزن سے آزاد کریں گے۔ ظاہر ہے، جو شخص اپنا زائد از ضرورت مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، اس کا کُل توکل اور بھروسا اللہ پر ہوتا ہے، اسے کل کی روزی کی فکر نہیں ہوتی کہ جس اللہ نے آج رزق دیا ہے، وہی کل بھی عطا فرمائے گا۔ نبی کریم ﷺ کا معاملہ یہ تھا کہ جو کچھ بھی آتا تھا، رات ہونے سے پہلے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے فقر کی زندگی بسر کی لیکن آپؐ کا یہ فقر اختیاری تھا۔ دراصل جب آدمی اللہ کا وفادار ہو اور اسے یہ یقین ہو کہ اللہ مجھ سے بڑھ کر میرا خیر خواہ ہے تو اللہ تعالیٰ اسے خوف و حزن سے رستگاری دے دیتا ہے۔ اب آگے دوسری قسم یعنی سرمایہ دارانہ سود خور ذہنیت کا ذکر آ رہا ہے۔ فرمایا:

﴿اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا کَمَا یَقُوۡمُ الَّذِیۡ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ ؕ﴾

’’جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔‘‘

روزِ قیامت سود خور بدحواسی کی کیفیت میں ہوں گے۔ وہ اس دن قبروں سے یوں اُٹھیں گے گویا انہیں شیطان نے چھو کر حواس باختہ کر دیا ہو۔ یہ تو قیامت کا نقشہ ہے۔ لیکن اگر آج سٹاک مارکیٹ میں جا کر دیکھا جائے تو سود خوروں کی یہی صورت نظر آتی ہے۔ ان پر بدحواسی طاری ہوتی ہے، جیسے کسی آسیب نے سایہ کر رکھا ہو۔

آگے سود خوروں کی غلط ذہنیت کا بیان ہے۔ فرمایا:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا﴾

”یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت (نفع کے لحاظ سے) ویسی ہی ہے جیسے سود (لینا)۔“

سود خور سود خوری کے اپنے گھناؤنے جرم کا جواز یہ تراشتے ہیں کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے۔ دونوں سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص تاجر ہے۔ وہ ایک جگہ سے کم قیمت پر مال لا کر دوسری جگہ زیادہ قیمت پر فروخت کر دیتا ہے، تو وہ نفع کماتا ہے۔ ایک اور شخص اپنا مال کچھ عرصے کے لیے دوسرے کو قرض دیتا ہے اور اس سے یہ طے کرتا ہے کہ تم نے مجھے اصل قرض سے زاید رقم لوٹانی ہے، اتنے فیصد روپیہ فاضل دینا ہے تو یہ بھی اُس کا نفع کمانا ہے۔ لہٰذا تجارت اور سود میں کوئی فرق نہ ہوا۔ عام آدمی کو یہ بات بہت بڑی اپیل کرتی ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کو قرض دے کر دو چار روپیہ زیادہ لے لیے تو اِس سے کون سی قیامت آ جائے گی۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان کی عقل ناقص ہے۔ سود کے مضمرات کو ہم نہیں جانتے، انہیں اللہ جانتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اب لوگوں کو سودی معیشت کے جو تلخ تجربات ہوئے ہیں، اُن سے دنیا بھی اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ساری خرابی اور فساد کی جڑ کی بنیاد سود ہے۔ جس معاشرے میں سود کی شرح زیادہ ہوگی وہاں افراطِ زر، بے روزگاری اور مہنگائی ہوگی۔ چوری، ڈکیتی اور کرپشن عام ہوگی۔ قتل ہوں گے اور محروم لوگ سرمایہ داروں کے پیٹ پھاڑیں گے۔ الغرض جرائم کی کثرت سے معاشرہ سنڈاس بن جائے گا۔

آگے سود خور سرمایہ دارانہ ذہنیت کی نفی کرتے ہوئے سود کی قطعی حرمت کا فیصلہ سنا دیا۔ فرمایا:

﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ﴾

”حالانکہ تجارت کو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔“

اللہ نے واضح فرما دیا کہ تجارت تو حلال ہے جبکہ سود حرام ہے۔ لہٰذا سود کے بارے میں تم میں کوئی بحث نہیں ہونی چاہیے، کہ اس کا جواز گھڑو۔ ہاں غور و فکر ہو تو اس بات پر ہو کہ حرمتِ سود میں کیا حکمتیں ہیں۔ اِس سے یہ حکمتیں اللہ تم پر کھولتا چلا جائے گا۔

آگے فرمایا:

﴿فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ﴾

”تو جس کے پاس خدا کی نصیحت پہنچی اور وہ (سود لینے سے) باز آ گیا تو جو پہلے ہو چکا وہ اس کا اور (قیامت میں) اس کا معاملہ خدا کے سپرد۔“

یعنی وہ شخص جو رب تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آ جانے کے بعد سود سے باز آ گیا، توبہ تائب ہو جانے کے بعد اُسے اپنے ماضی کے سودی معاملے پر فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر اُس نے سچی توبہ کی ہے اور توبہ کے تقاضے پورے کیے تو اب وہ اللہ کی رحمت کا مستحق ہے۔ لیکن آگے یہ تنبیہ فرما دی کہ اگر دوبارہ سودی معاملے میں ملوث ہوئے تو اس کا انجام جہنم کی آگ ہوگی۔

﴿وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۲۷۵﴾

”اور جو پھر لینے لگے گا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں جلتے رہیں گے۔“

سود خور یہ سمجھتے ہیں کہ سود لینے سے ان کا مال بڑھ جائے گا اور اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے تو اس سے مال میں کمی واقع ہوگی۔ اگلی آیت میں اللہ نے اس ذہنیت کی اصلاح کے لیے فرمایا:

﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۲۷۶﴾

”اللہ سود کو نابود (یعنی بے برکت) کرتا اور خیرات (کی برکت) کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گنہگار کو دوست نہیں رکھتا۔“

سود کا مقدر ہی مٹنا ہے۔ اسے نیست و نابود ہونا ہے۔ اس کے برعکس صدقہ میں اللہ نے برکتیں رکھی۔ اللہ اسے پروان چڑھاتا ہے۔ یہ بہت بڑی حقیقت ہے، جسے عام آدمی شاید سمجھ نہ سکے۔ بظاہر تو سودی کاروبار سے مال کا پھیلاؤ ہوتا ہے، اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اس میں کمی آتی ہے۔ لیکن حقیقت کے اعتبار سے سود سے مال کم ہوتا ہے۔ اس میں برکت نہیں رہتی اور اصل مال بھی ضائع ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ یہ عام مشاہدہ ہے کہ جو لوگ حرمتِ سود کا ادراک رکھنے کے باوجود دنیاوی لالچ میں آ کر سود پر قرض لے بیٹھے ہیں۔ دنیا میں بھی بدترین انجام کو پہنچتے ہیں۔ کاروبار بڑھانے کے لیے سود پر قرض لیا تھا لیکن اس کے بعد نوبت یہاں تک آ گئی کہ مقروض ہوتے چلے گئے تو ہر چیز سے محروم ہو گئے۔ سب کچھ ہاتھ سے نکل گیا۔ اصل مال بھی ضائع ہو گیا اور سود ادا کرنے کے بھی قابل نہیں رہے اور پھر ہر وقت ڈرنے لگے کہ کسی وقت جیل بھیج دیا جائے گا۔ افراد کی سطح پر ایسی کئی مثالیں میرے سامنے ہیں کہ سودی معاملے نے لوگوں کو تباہی سے دوچار کر دیا۔ لیکن اب یہ بات عالمی سطح پر بھی ثابت ہو گئی ہے کہ سودی نظام کا انجام خوفناک تباہی ہے۔ امریکہ میں کچھ عرصہ پہلے جو معاشی بحران آیا تھا اس کی اصل وجہ سود پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام ہے۔ حدیث کے مطابق سود کا مال کتنا ہی بڑھ جائے اس کا انجام افلاس ہے۔ حرام مال جتنا زیادہ آتا ہے اتنا ہی زیادہ خرچ بھی ہو جاتا ہے۔ سو قسم کے مسائل اور پریشانیاں آ گھیرتی ہیں جن پر پیسہ خرچ ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص اللہ کے بھروسے حلال پر اکتفا کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات کو گھٹا دیتا ہے اور اس کے مسائل کو کم کر دیتا ہے۔ وہ قناعت کی بدولت کم آمدنی میں بھی بڑے سکون سے گزارا کر رہا ہوتا ہے۔ جتنا کسی امیر زادے کا ماہانہ جیب خرچ ہوتا ہے، اتنے میں وہ اپنے پورے خاندان کو پال رہا ہوتا ہے۔

آگے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۲۷۷﴾

”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے ان کو ان کے کاموں کا صلہ اللہ کے ہاں ملے گا اور (قیامت کے دن) ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔“

اللہ نے واضح فرما دیا کہ میرے وہ بندے جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا کیا، نماز کی پابندی کی، زکوٰۃ کا اہتمام کیا، ان کے لیے اجرِ عظیم ہے، اور وہ ہر طرح کے خوف و حزن سے بے نیاز ہوں گے۔ یہاں ایمان، عملِ صالح اور نماز کے بعد زکوٰۃ کا ذکر ہوا ہے۔ زکوٰۃ کیا ہے؟ زکوٰۃ کا لفظ تزکیہ سے ہے، یعنی اپنے آپ کو پاک کرنا۔ اللہ کی راہ میں مال دینے سے نفس کے اندر پاکیزگی آتی ہے۔ نفس کے اندر جو غلاظتیں ہیں، جیسے دنیا پرستی، حسد، لالچ، طمع، بخل، انتقام وغیرہ، زکوٰۃ سے یہ صاف ہو جاتی ہیں۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ زکوٰۃ ایک تو قانونی اعتبار سے ہے کہ صاحبِ نصاب اڑھائی فیصد سالانہ ادا کرے۔ لیکن دوسرا اس کا اخلاقی و روحانی پہلو ہے کہ آدمی مستقل طور پر اللہ کی راہ میں خرچ کرتا رہے۔ یعنی کثرت سے

صدقات کا اہتمام کرے۔ وہ لوگ جو زکوٰۃ پر عمل پیرا رہتے ہیں، اللہ کے ہاں ان کا اجر محفوظ ہے۔ وہ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ کی راہ میں دینے سے کوئی نقصان کر بیٹھے۔ اللہ ان کے مال میں اس طور سے برکت پیدا فرمادے گا جو اُن کے گمان میں بھی نہ ہوگا۔

آگے فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝٢٧٨﴾

''مومنو! اللہ سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے، اس کو چھوڑ دو۔''

اہل ایمان سے کہا جارہا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جو کچھ سود میں سے رہ گیا اس کو چھوڑ دو۔ یعنی کسی کو سود پر رقم دی تھی، ابھی سود کی کچھ رقم باقی رہ گئی ہے، تو اُسے چھوڑ دو۔ یہ نہ کہو کہ ہمارا پرانا معاملہ چل رہا ہے، اسے پورا کرلوں، آگے سود چھوڑ دوں گا۔ نہیں، بلکہ اگر تم واقعی مومن ہو تو سود کو ترک کردو۔ آگے نہایت سخت انداز میں تنبیہہ فرمائی کہ

﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝٢٧٩﴾

''اگر ایسا نہ کرو گے تو خبردار ہوجاؤ (کہ تم) اللہ اور رسول سے جنگ کرنے کے لئے (تیار ہوتے ہو) اور اگر توبہ کرلو گے (اور سود کو چھوڑ دو گے) تو تم کو اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے جس میں نہ اوروں کو نقصان اور نہ تمہارا نقصان۔''

اگر تم سود کو نہیں چھوڑتے تو پھر اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔ یہ بہت سخت الفاظ ہیں۔ اتنے سخت الفاظ قرآن حکیم میں کسی اور گناہ کے لیے نہیں آئے۔ ساتھ ہی یہ بتادیا کہ اگر تم توبہ کرلو تو راس المال تمہارا حق ہے۔ وہ تم لے سکتے ہو۔ اس ضمن میں نہ تم کسی پر زیادتی کرو اور نہ کوئی تم پر زیادتی کرے۔ البتہ یہ بات یاد رہے کہ

﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٢٨٠﴾

''اور اگر قرض لینے والا تنگدست ہو تو (اسے) کشائش (کے حاصل ہونے) تک مہلت (دو) اور اگر (زر قرض) بخش ہی دو تو تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے بشرطیکہ سمجھو۔''

یعنی جسے تم نے قرض دیا تھا اگر اُس سے تم یہ کہتے ہو کہ حرمت سود کا حکم میرے سامنے آگیا، میں تم سے کوئی سود نہیں لیتا، لیکن میری اصل رقم فی الفور واپس کردو، تو اِس سختی اور اس عجلت پسندی سے بھی تمہیں احتراز کرنا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اگر مقروض تنگ دست ہے تو اُسے مہلت دو اور اگر قرض کی رقم صدقہ ہی کردو تو یہ تمہارے لیے اور بھی بہتر ہے۔ آخر تم نے جو رقم قرض کے طور پر دی تھی، وہ تمہارے پاس اضافی ہی تو تھی۔ اگر اسے معاف کردو گے تو اللہ کی نگاہ میں اس عمل کا بہت بڑا اجر پاؤ گے۔

پیچھے بھی تقویٰ کا حکم دیا تھا، اب آگے پھر اُخروی محاسبے سے ڈرنے کی تاکید کی جارہی ہے۔ فرمایا:

﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۣ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝٢٨١﴾

''اور اس دن سے ڈرو جبکہ تم اللہ کے حضور میں لوٹ کر جاؤ گے اور ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور کسی کو کچھ نقصان نہ ہوگا۔''

اہل ایمان کی اصل پونجی تقویٰ اور فکر آخرت ہے۔ لہٰذا اللہ کے تقویٰ کی تاکید کرنے کے بعد فرمایا کہ اس دن سے ڈرو جس دن اللہ کے ہاں پیشی ہوگی اور ہر شخص کو اس کی کمائی پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی۔ اگر تمہارے اندر تقویٰ ہوگا تو پھر ہی تم احکام الٰہی بجا لاؤ گے۔ سود سے بھی اپنا دامن بچا سکو گے۔

سورۃ البقرہ کی اِن آیات میں سود کی حرمت، شناعت اور ہلاکت خیزی کا بیان اور مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ سود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ بتایا گیا۔ اس لیے کہ سود معاشی میدان کی سب سے بڑی خرابی اور ظلم وفساد کی جڑ ہے۔ علامہ محمد اقبال نے کہا تھا ؎

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگ مفاجات

موجودہ بینکاری نظام عیار یہودی ذہن کی اختراع ہے۔ جس نے سینۂ آدم کو نور حق سے محروم کردیا ہے۔ اقبال نے کہا تھا ؎

ایں بنوک ایں فکر چالاک یہود
نور حق از سینہ آدم ربود
تا تہ و بالا نہ گردد ایں نظام
دانش و تہذیب و دیں سودائے خام

ماضی میں امریکہ میں ''وال سٹریٹ پر قبضہ کرو'' کے عنوان سے جو تحریک اُٹھی اور پھر دنیا بھر میں پھیل گئی، یہ دراصل سود پر مبنی سرمایہ دارانہ استحصالی نظام کے خلاف پسے عوام کا احتجاج ہے۔ تحریک کے بنیادی مقاصد میں سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ شامل ہے۔ اگرچہ ان لوگوں کے پاس کوئی متبادل نظام نہیں، لہٰذا یہی کہا جارہا ہے کہ بنکاری نظام کو صحیح راستے پر لایا جائے۔ وہ لوگ اس حقیقت کا ادراک کرچکے ہیں کہ ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام اور بنکاری سسٹم کی وجہ سے عوام الناس کا خون نچوڑا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انسان کی ضروریات کا سارا سامان رکھ دیا ہے۔ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اللہ کے عطا کردہ وسائل سے فائدہ اُٹھائے۔ اپنی بنیادی ضروریات، خوراک، لباس اور رہائش کا انتظام کرے۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے سرمایہ دار اپنے سرمائے کے بل بوتے پر سارے وسائل پر قابض ہوجاتا ہے، اور باقی نوع انسانی وسائل سے محروم ہوکر سسکتی پھرتی ہے۔ انسانیت مترفین اور محرومین کے طبقات میں بٹ جاتی ہے۔ اگرچہ اسلام یہ نہیں کہتا کہ سماجی زندگی کی طرح معاشی میدان میں بھی کامل مساوات ہو، جیسا کہ اشتراکیت کا نعرہ ہے۔ اس لیے کہ یہ عملاً ممکن ہی نہیں۔ انسانوں کی آزمائش وامتحان کے لیے اللہ نے کسی کو کم دیا اور کسی کو زیادہ دیا۔ کسی کو غریب کی جھونپڑی میں پیدا کردیا اور کسی کو سرمایہ دار کے عشرت کدے میں، تاکہ اللہ دیکھے کہ وہ کیا روش اختیار کرتے ہیں۔ اسلام اسباب معاش اور وسائل پر کسی ایک طبقہ کی اجارہ داری کسی طور سے گوارا نہیں کرتا۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ ایسا سسٹم بنایا جائے جس میں سب لوگ وسائل سے فائدہ اُٹھائیں۔ ہر شخص کو اُس کا جائز حق ملے۔ دولت کا ارتکاز چند ہاتھوں میں نہ ہو، جیسا کہ سرمایہ دارانہ نظام میں ہوتا ہے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ﴾ (الحشر:7)

''یوں نہ ہو کہ دولت تمہارے سرمایہ داروں کے درمیان ہی گردش کرتی رہے۔'' سرمایہ دار محض مال سے مال حاصل نہ کرے بلکہ سرمایہ کاری کرے، تاکہ اُس کی دولت کے ثمرات پسے ہوئے طبقات تک بھی پہنچیں۔ چنانچہ اسلام نے محض مال کے ذریعے مال کے حصول کے تمام راستے بند کردیے ہیں۔ چنانچہ سود، جوئے اور قمار سے منع کردیا ہے۔ اس لیے کہ اِس کا اثر عام آدمی پر پڑتا ہے۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ہمارے ہاں ایک کسان اپنی سبزی کو منڈی تک لاتا ہے تو کھیت سے منڈی تک پہنچنے میں درمیان میں کئی ایجنٹ آجاتے ہیں اور اِس طرح کسان کی محنت کا پھل سرمایہ دار کھا جاتا ہے۔ سرمایہ داری نظام سرمائے کو تحفظ دیتا ہے، اسے محنت سے

کوئی سروکار نہیں۔ اس نے سرمائے کے تحفظ کے لیے نت نئے طریقے ایجاد کیے ہیں۔ اس کے پیش نظر صرف یہ بات ہے کہ سرمایہ فروغ پائے، اس کو نقصان نہ ہو اور یہ سرمایہ غریبوں تک نہ پہنچے۔ سرمائے کو تحفظ دینے کے لیے انشورنس کمپنیاں کروڑوں روپے کی انشورنس کر لیتی ہیں۔ چنانچہ سرمایہ دار کا کارخانہ بھی جل جائے تو اسے کوئی نقصان نہیں ہوتا اس کا بجٹ تو عام صارف پر پڑتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کے فروغ میں اہم ترین شے سود ہے۔ سود اس نظام کا ستون ہے، جس پر یہ پورا نظام کھڑا ہے۔ وال سٹریٹ پر قبضہ تحریک اس بات پر احتجاج کر رہی ہے کہ امریکہ میں بنک اور سرمایہ دار ملٹی نیشنل کمپنیاں عام آدمی اور چھوٹے تاجروں کے وسائل ہڑپ کر رہی ہیں اور اِس میں کوئی شک نہیں کہ عالمی دجالی قوتیں W.T.O کے ذریعے تمام معاشی وسائل پر قبضہ کرنا چاہتی ہیں۔ چنانچہ ایسے قوانین بنائے جاتے ہیں جو سرمائے کو تحفظ دیں، ملٹی نیشنل کمپنیوں کے مفادات کی نگہبانی کریں۔ چنانچہ اب لوگوں کو سمجھ آنے لگی ہے کہ سودی بینکاری نظام اور ملٹی نیشنل کمپنیاں اُن کے ساتھ کیا واردات کر رہی ہیں۔ سرمایہ دار اور ملٹی نیشنل کمپنیاں امریکہ کی دونوں جانب کی سیاست کو کنٹرول کرتی ہیں۔ جمہوری نظام کو انہوں نے جس انداز سے تشکیل دیا ہے، وہ سارا اُن کے کنٹرول میں ہے۔ بظاہر تو انتخابات کے ذریعے اظہار رائے کا موقع دیا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں حکومت کی تشکیل انہی سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ سرمایہ دار سیاسی اور معاشی محاذ کے علاوہ میڈیا میں اپنے اثر ورسوخ کی وجہ سے حقائق کو اپنے مفاد کے مطابق موڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جمہوریت سرمایہ دار کے ہاتھ میں کھلونا ہے۔ یہ سرمایہ داری نظام کو سپورٹ کرتی ہے اور سرمایہ دارانہ نظام جمہوریت کی آڑ میں انسانوں کا خون نچوڑ رہا ہے۔ اسی لیے علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

یہ گورکھ دھندہ ہے جو سرمایہ داروں نے بنا رکھا ہے۔ بہر کیف سود پر مبنی مہلک نظام اپنے آخری انجام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ بقول اقبال ؎

جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا، وہ عالمِ پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ!

☆☆☆

ان شاء اللہ العزیز

15 نومبر 2015ء بروز اتوار...... صبح 10 بجے

بمقام: قرآن آڈیٹوریم A-191 اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

حرمتِ سود سیمینار

منعقد ہو رہا ہے جس میں ملک کے نامور ماہرین معیشت اور جید علماء کرام خطاب کریں گے۔

زیر صدارت: امیر تنظیم اسلامی جناب **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ

اہل ایمان سے بھرپور شرکت کی استدعا ہے

زیر انتظام: تنظیم اسلامی A-67 علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو

فون: 36366638 36316638

ای میل: markaz@tanzee.org www.tanzeem.org

خواتین کی شرکت کا باپردہ اہتمام ہے

پریس ریلیز 6 نومبر 2015ء

قوم کا مستقبل لبرل پاکستان سے نہیں اسلامی پاکستان سے وابستہ ہے

پاکستان کی جیلوں میں ہزاروں قیدی سڑ رہے ہیں لیکن یورپین یونین کو صرف شاتم رسول آسیہ بی بی کی فکر ہے

حافظ عاکف سعید

قوم کا مستقبل لبرل پاکستان سے نہیں اسلامی پاکستان سے وابستہ ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے وزیر اعظم کے اس بیان کی شدید مذمت کی کہ قوم کا مستقبل جمہوری اور لبرل پاکستان سے وابستہ ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اگرچہ پاکستان کا قیام جمہوری پراسس سے عمل میں آیا تھا لیکن برصغیر کے عوام نے پاکستان کے حق میں اس لیے فیصلہ دیا تھا کہ اُنہیں بتایا گیا تھا کہ پاکستان کا مطلب لا الہ الا اللہ ہے۔ لہٰذا پاکستان کو لبرل بنانا خیانت ہوگی۔ یہ تحریک پاکستان کے مقاصد کی نفی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یورپین یونین کے وفد نے شاتم رسول آسیہ بی بی کی صحت اور اُسے دی جانے والی سہولیات پر جو تشویش کا اظہار کیا ہے تو اُس کی وجہ یورپ کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ سے بغض ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان کی جیلوں میں ہزاروں قیدی سڑ رہے ہیں لیکن یورپین یونین کو صرف شاتم رسول کی فکر ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اسلام کے حوالہ سے ہماری پسپائی اسلام دشمن قوتوں کو آگے بڑھنے اور ہمارے داخلی معاملات میں مداخلت کرنے کی دعوت دے رہی ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

اسلامی بینکاری: کتنی اسلامی؟

ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی
shahid.hasan@janggroup.com.pk

آئین پاکستان کی شق 38(ایف) میں کہا گیا ہے کہ ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ جتنا جلد ممکن ہو ملک سے ربا کا خاتمہ کر دیا جائے۔ یہ ملک وقوم کی بدقسمتی ہے کہ اگرچہ آئین کی بالادستی کے دعوے تواتر سے کیے جا رہے ہیں مگر آزادی کے بعد سے معیشت و بینکاری کے نظام کو جس طرح چلایا جا رہا ہے اس کی روشنی میں ہماری تحقیق کے مطابق اس صدی کے آخر تک بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان میں سودی معیشت کا خاتمہ ہونا ممکن نظر نہیں آ رہا۔ یہی سوچ وزارت خزانہ کی بھی رہی ہے۔ دراصل تمام ریاستی ستون اور ریاستی اداروں پر اثر ونفوذ پا جانے والے طاقتور استحصالی طبقات دل وعمل سے نہیں چاہتے کہ اسلامی نظام معیشت و بینکاری کا شریعت کی روح کے مطابق نفاذ ہو۔ عدل پر مبنی اس نظام سے قومی دولت لوٹنے والوں، ٹیکس چوری کرنے والوں اور دوسرے غلط طریقوں سے دولت کے انبار اکٹھے کرنے والوں کے ناجائز مفادات پر ضرب پڑے گی۔

اسٹیٹ بینک نے 2002ء سے اسلامی بینکاری کا دوبارہ اجرا کیا اور 1984ء سے سود سے پاک نظام بینکاری کو سود پر مبنی قرار دے دیا۔ اسٹیٹ بینک کی ہدایات کے تحت اب یہ اسلامی بینک اور سودی بینک ساتھ ساتھ کام کرتے رہیں گے۔ اسٹیٹ بینک نے ملک میں متوازی بینکاری کا یہ نظام 4 ستمبر 2001ء کو ہونے والے انتہائی اعلیٰ سطحی اجلاس کے فیصلے کے تحت نافذ کیا تھا۔ ہم پہلے بھی یہ عرض کر چکے ہیں کہ یہ فیصلہ سپریم کورٹ کے 14 جون 2001ء کے فیصلے سے متصادم ہونے کی بنا پر غیر قانونی تھا لیکن وکلاء برادری کی طرف سے بھی اس کا نوٹس نہیں لیا گیا۔ ہم گزشتہ کئی برسوں سے یہ بھی لکھتے رہے ہیں کہ:

1۔ بینکاری کا یہ متوازی نظام غیر اسلامی ہے اور اس کے ذریعے بھی سودی نظام کو ملک میں دوام بخش دیا گیا ہے۔

2۔ بعض علماء جو مروجہ اسلامی بینکاری کے نظام کی پشت پر ہیں، وہ سودی نظام کو برقرار رکھنے اور دوام بخشنے میں عملاً معاونت کر رہے ہیں۔

3۔ موجودہ اسلامی بینکوں کو اسلامی بینک کہا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ یہ بینک اسلامی نظام معیشت کے مقاصد کے حصول میں قطعی معاونت نہیں کر رہے۔

4۔ اسلامی بینکوں نے سرمائے کی فراہمی (قرضوں) کے لیے جو طریقے وضع کیے ہیں وہ حتمی نتائج کے اعتبار سے سود سے مماثلت رکھتے ہیں۔

5۔ اسلامی بینک بھی سودی بینکوں کی طرح اپنے کھاتے داروں کا استحصال کر رہے ہیں۔ (جنگ 14 جنوری 2003ء، 4 اکتوبر 2005ء، 3 جولائی 2014ء)

مروجہ اسلامی نظام بینکاری پر زبردست تنقید کے بعد اسٹیٹ بینک نے 2012ء میں بعد از خرابی بسیار یہ تسلیم کر لیا کہ اسلامی بینکوں نے سرمائے کی فراہمی (قرضوں) کے لیے جو طریقے اپنائے ہیں ان سے شرعی مقاصد حاصل نہیں ہو رہے۔ کچھ جید علماء جو مروجہ اسلامی بینکاری کی پشت پر ہیں، بعض مواقع پر دبے لفظوں میں یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں کہ متوازی نظام بینکاری غیر اسلامی ہے اور یہ کہ موجودہ اسلامی بینکوں کو دراصل اسلامی بینک کہا ہی نہیں جا سکتا۔ کچھ جید علماء نے موجودہ اسلامی بینکوں کو حیلہ بینک قرار دیا ہے۔ وطن عزیز میں ایک مربوط حکمت عملی کے تحت 2002ء سے یہ پالیسی اپنائی گئی ہے کہ: (i) سود کے حرام ہونے کے معاملے کو طویل مدت تک متنازع رکھا جائے (ii) وفاقی حکومت اعلیٰ عدالتوں میں بھی یہ موقف رکھے کہ اسلام نے ربا کو حرام قرار دیا ہے اور بینکوں کا سود ربا کے زمرے میں نہیں آتا چنانچہ سود حرام نہیں ہے۔ (iii) سود کو حرام نہ سمجھنے کے باوجود وفاقی حکومت کی پالیسی کی روشنی میں اسٹیٹ بینک سودی بینکوں کے نقش پا پر اسلامی بینکاری کا ایسا متوازی نظام فروغ دے جو طاقتور طبقوں کے ناجائز مفادات کا تحفظ کرتا ہے اور سودی نظام کو دوام مل جائے۔

یہ تمام مقاصد حاصل ہو رہے ہیں اور اس کامیابی میں ریاست کے تمام ستونوں نے اپنا حصہ ڈالا ہے۔ پاکستان میں وفاقی شرعی عدالت نے 14 نومبر 1991ء اور سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ نے 23 دسمبر 1999ء کو سود کو ربا قرار دیتے ہوئے اسے ہر شکل میں حرام قرار دیا تھا۔ ہم نے اس مقدمے میں سپریم کورٹ کی معاونت کی تھی۔ سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے پر عمل درآمد کے لیے 30 جون 2001ء تک کی مہلت دی تھی۔ بدقسمتی سے سپریم کورٹ نے جس میں جسٹس تقی عثمانی بھی شامل تھے، 14 جون 2001ء کو اس فیصلے پر عمل درآمد کی مدت کو 30 جون تک بڑھاتے ہوئے قرار دیا کہ حکومت اس پر عمل درآمد کرنے میں مخلص ہے حالانکہ اس بات کے ناقابل تردید شواہد موجود تھے کہ حکومت اس فیصلے پر عمل نہیں کرے گی۔ اس فیصلے سے دو ماہ قبل خود ہم نے ان ہی کالموں میں لکھا تھا کہ اس فیصلے پر عمل نہ کرنے کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ (جنگ/17 اپریل 2001ء)۔ جسٹس (ر) سعید الزماں صدیقی بھی یہ بات کہہ چکے تھے کہ حکومت اس پر عمل نہیں کرے گی۔ اس کے بعد پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والی سپریم کورٹ نے جس میں دو عالم جج بھی شامل تھے، 24 جون 2002ء کو سود کو حرام قرار دینے والے فیصلوں کو کالعدم کرتے ہوئے مقدمہ واپس شرعی عدالت کو بھیج دیا جہاں یہ مقدمہ 13 برس سے التوا میں پڑا ہوا ہے۔ چنانچہ یہ مقدمہ آج بھی اسی پوزیشن پر ہے جہاں یہ 24 برس قبل تھا۔ اس صورت حال کی وجہ سے طاقتور طبقوں کے ناجائز مفادات کو تحفظ مل رہا ہے۔ علماء، مفتیان، 22 اسلامی بینکوں و اداروں کے تنخواہ دار شریعہ مشیر اور اسلامی نظام کی علم بردار مذہبی اور سیاسی جماعتیں وغیرہ بھی اس پر کسی اضطراب کا اظہار نہیں کر رہیں حالانکہ دوسری خرابیاں بھی برقرار ہیں۔

اسٹیٹ بینک کے شریعہ بورڈ نے کچھ عرصہ قبل سکوک کی بیع موجل پر مبنی ایک نئی پروڈکٹ کی منظوری دی ہے جس میں اسٹیٹ بینک اسلامی بینکوں سے سکوک کی مدت ختم ہونے کے قریب انہیں خرید کر مارکیٹ سے اربوں روپے حاصل کر لیتا ہے اور یہی رقم اوپن مارکیٹ آپریشن کے ذریعے سودی بینکوں کو فراہم کر دی جاتی ہے جبکہ اسلامی بینک ٹریژری بلز سے (باقی صفحہ 21 پر)

سود: انسانوں کو ہلاک کرنے والا گناہ

مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی (ریاض)

مال اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے، جس کے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے ہر شخص کو مکلف بنایا ہے کہ وہ صرف جائز وحلال طریقہ سے ہی مال کمائے، کیوں کہ قیامت کے دن ہر شخص کو مال کے متعلق اللہ رب العزت کو جواب دینا ہوگا کہ کہاں سے کمایا یعنی وسائل کیا تھے اور کہاں خرچ کیا یعنی مال سے متعلق حقوق العباد یا حقوق اللہ میں کوئی کوتاہی تو نہیں کی۔

مال کے نعمت اور ضرورت ہونے کے باوجود، خالقِ کائنات اور تمام نبیوں کے سردار حضور اکرم ﷺ نے مال کو متعدد مرتبہ فتنہ، دھوکے کا سامان اور محض دنیاوی زینت کی چیز قرار دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مال ودولت کے حصول کے لیے کوئی کوشش ہی نہ کریں، کیوں کہ حلال رزق کا طلب کرنا اور اس سے بچوں کی تربیت کرنا خود دین ہے؛ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ کے خوف کے ساتھ زندگی گزاریں اور اخروی زندگی کی کامیابی کو ہر حال میں ترجیح دیں۔ کہیں کوئی معاملہ درپیش ہو تو اخروی زندگی کو داؤ پر لگانے کے بجائے فانی دنیاوی زندگی کے عارضی مقاصد کو نظر انداز کردیں۔ نیز شک وشبہ والے امور سے بچیں۔

اِن دنوں حصول مال کے لیے ایسی دوڑ شروع ہو گئی ہے کہ اکثر لوگ اس کا بھی اہتمام نہیں کرتے کہ مال حلال وسائل سے آرہا ہے یا حرام وسائل سے۔ کچھ لوگوں نے تو اب حرام وسائل کو مختلف نام دے کر اپنے لیے جائز سمجھنا شروع کردیا ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے تو مشتبہ چیزوں سے بھی بچنے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ صرف حلال وسائل پر ہی اکتفا کرے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حرام مال سے جسم کی بڑھوتری نہ کرو کیوں کہ اس سے بہتر آگ ہے۔'' نبی اکرم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ حرام کھانے، پینے اور حرام پہننے والوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں۔

ہمارے معاشرہ میں جو بڑے بڑے گناہ عام ہوتے جارہے ہیں، ان میں سے ایک بڑا خطرناک اور انسان کو ہلاک کرنے والا گناہ سود ہے۔

سود کیا ہے؟

وزن کی جانے والی یا کسی پیمانے سے ناپے جانے والی ایک جنس کی چیزیں اور روپے وغیرہ میں دو آدمیوں کا اس طرح معاملہ کرنا کہ ایک کو عوض کچھ زائد دینا پڑتا ہو، ربا اور سود کہلاتا ہے جس کو انگریزی میں interest یا usury کہتے ہیں۔ جس وقت قرآن کریم نے سود کو حرام قرار دیا اس وقت عربوں میں سود کا لین دین متعارف اور مشہور تھا، اور اُس وقت سود اُسے کہا جاتا تھا کہ کسی شخص کو زیادہ رقم کے مطالبہ کے ساتھ قرض دیا جائے خواہ لینے والا اپنے ذاتی اخراجات کے لیے قرض لے رہا ہو، یا پھر تجارت کی غرض سے، نیز وہ simple interest ہو یا compound interest، یعنی صرف ایک مرتبہ کا سود ہو یا سود پر سود۔ مثلاً زید نے بکر کو ایک ماہ کے لیے 100 روپے بطور قرض اس شرط پر دیے کہ وہ 110 روپے واپس کرے، تو یہ سود ہے۔ البتہ قرض لینے والا اپنی خوشی سے قرض کی واپسی کے وقت اصل رقم سے کچھ زائد رقم دینا چاہے تو یہ جائز ہی نہیں بلکہ ایسا کرنا نبی اکرم ﷺ کے عمل سے ثابت ہے؛ لیکن پہلے سے زائد رقم کی واپسی کا کوئی معاملہ طے نہ ہوا ہو۔ بینک میں جمع شدہ رقم پر پہلے سے متعین شرح پر بینک جو اضافی رقم دیتا ہے، وہ بھی سود ہے۔

سود کی حرمت

سود کی حرمت قرآن وحدیث سے واضح طور پر ثابت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرة:275) ''حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور ربا کو حرام ٹھہرایا ہے۔'' ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾ (البقرة:276) ''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔''

اللہ اور اس کے رسول ؐ کا اعلانِ جنگ

سود کو قرآنِ کریم میں اتنا بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے کہ شراب نوشی، خنزیر کھانے اور زنا کاری کے لیے قرآن کریم میں وہ لفظ استعمال نہیں کیے گئے جو سود کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے استعمال کیے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (البقرة:278) ''اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود میں سے جو باقی رہ گیا ہے اُسے چھوڑ دو اگر تم واقعی مؤمن ہو۔''

﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (البقرة:279) ''پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خبردار ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔''

سود کھانے والوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول ؐ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے اور یہ ایسی سخت وعید ہے جو کسی اور بڑے گناہ، مثلاً زنا کرنے، شراب پینے کے ارتکاب پر نہیں دی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا کہ جو شخص سود چھوڑنے پر تیار نہ ہو تو خلیفۂ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سے توبہ کرائے اور باز نہ آنے کی صورت میں اس کی گردن اڑادے۔

قیامت کے دن کی رسوائی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سود کھانے والوں کے لیے قیامت کے دن جو رسوائی وذلت رکھی ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں کچھ اس طرح فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ (البقرہ:275) ''جو لوگ سود کھاتے ہیں۔ وہ نہیں کھڑے ہوتے مگر اُس شخص کی طرح جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس بنادیا ہو۔''

سود کی بعض شکلوں کو جائز قرار دینے والوں کے لیے فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا﴾ (البقرہ:275) ''اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں بیع بھی تو سود ہی کی طرح ہے۔''

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع یعنی خرید وفروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

جہنم: مستقل ٹھکانا

﴿فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (البقرہ:275) ''تو جس شخص کے

پاس اس کے ربّ کی طرف سے یہ نصیحت پہنچ گئی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے وہ اس کا ہے۔اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جس نے (اس نصیحت کے آ جانے کے بعد بھی) دوبارہ یہ حرکت کی تو یہ لوگ جہنمی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

غرضیکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو ہلاک کرنے والے گناہ سے سخت الفاظ کے ساتھ بچنے کی تعلیم دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی سود سے بچنے کی بہت تاکید فرمائی ہے، جن میں سے بعض احادیث ذیل میں ذکر کی جارہی ہیں:

سود کے متعلق نبی اکرم ﷺ کے ارشادات

☆ حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سود کی حرمت کا اعلان فرمایا: ''(آج کے دن) جاہلیت کا سود چھوڑ دیا گیا، اور سب سے پہلا سود جو میں چھوڑتا ہوں وہ ہمارے چچا حضرت عباس ؓ کا سود ہے۔ وہ سب کا سب ختم کردیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم، باب حجۃ النبی)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ سات بڑے گناہ کون سے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (1) شرک کرنا، (2) جادو کرنا، (3) کسی شخص کو ناحق قتل کرنا، (4) سود کھانا، (5) یتیم کے مال کو ہڑپنا، (6) (کفار کے ساتھ جنگ میں) میدان سے بھاگنا، (7) پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ (بخاری ومسلم)

☆ حضور اکرم ﷺ نے سود لینے اور دینے والے، سودی حساب لکھنے والے اور سودی معاہدے کی شہادت دینے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ سود لینے اور دینے والے پر حضور اکرم ﷺ کی لعنت کے الفاظ حدیث کی ہر مشہور ومعروف کتاب میں موجود ہیں۔ (مسلم، ترمذی، ابوداود، نسائی)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے لازم کرلیا ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہیں کریں گے اور نہ ان کو جنت کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائیں گے۔ پہلا شراب کا عادی، دوسرا سود کھانے والا، تیسرا ناحق یتیم کا مال اڑانے والا، چوتھا ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔ (کتاب الکبائر للذہبی)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سود کے 70 سے زیادہ درجے ہیں اور ادنیٰ درجہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے زنا کرے۔ (رواہ حاکم، البیہقی، طبرانی، مالک)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک درہم سود کا کھانا چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ ہے۔
(رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر)

بینک کا قرض بھی عین سود ہے

تمام مکاتبِ فکر کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عصر حاضر میں بینک سے قرض لینے کا رائج طریقہ اور جمع شدہ رقم پر interest کی رقم حاصل کرنا یہ سب وہی سود ہے جس کو قرآن کریم میں سورۂ بقرہ کی آیات میں منع کیا گیا ہے۔ پوری دنیا کے علماء پر مشتمل اہم تنظیم مجمع الفقہ الاسلامی کے اس موضوع پر متعدد اجلاس ہوچکے ہیں، مگر ہر میٹنگ میں اس کے حرام ہونے کا ہی فیصلہ ہوا ہے۔ برصغیر کے جمہور علماء بھی اس کے حرام ہونے پر متفق ہیں۔ فقہ اکیڈمی، نیو دہلی کی متعدد کانفرنسوں میں اس کے حرام ہونے کا ہی فیصلہ ہوا ہے۔ مصری علماء جو عموماً آزاد خیال سمجھے جاتے ہیں، وہ بھی بینک سے موجودہ رائج نظام کے تحت قرض لینے اور جمع شدہ رقم پر interest کی رقم کے عدم جواز پر متفق ہیں۔ پوری دنیا میں کسی بھی مکتب فکر کے دارالافتاء نے بینک سے قرض لینے کے رائج طریقہ اور جمع شدہ رقم پر interest کی رقم کو ذاتی استعمال میں لینے کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔

عصر حاضر میں ہم کیا کریں؟

1۔ اگر کوئی شخص بینک سے قرض لینے یا جمع شدہ رقم پر سود کے جائز ہونے کو کہے تو پوری دنیا کے علماء کے موقف کو سامنے رکھ کر اس سے بچیں۔

2۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھیں کہ علمائے کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں بینک سے قرض لینے اور بینک میں جمع شدہ رقم پر interest کی رقم کے حرام ہونے کا فیصلہ آپ سے دشمنی نکالنے کے لیے نہیں بلکہ آپ کے حق میں کیا ہے، کیوں کہ قرآن وحدیث میں سود کو بہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔

3۔ جس نبیؐ کے امتی ہونے پر ہم فخر کرتے ہیں، اس نے سود لینے اور دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے، نیز شک وشبہ والی چیزوں سے بھی بچنے کی تعلیم دی ہے۔

4۔ بینک سے قرضہ لینے سے بالکل بچیں۔ دنیاوی ضرورتوں کو بینک سے قرضہ لیے بغیر پورا کریں۔ کچھ دشواریاں، پریشانیاں آئیں تو اس پر صبر کریں۔

5۔ اگر کوئی شخص ایسے ملک میں ہے، جہاں واقعی سود سے بچنے کی کوئی شکل نہیں ہے، تو اپنی وسعت کے مطابق سودی نظام سے بچیں، ہمیشہ اس سے چھٹکارہ کی فکر رکھیں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہیں۔

6۔ جو حضرات سود کی رقم استعمال کرچکے ہیں وہ پہلی فرصت میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور آئندہ سود کی رقم کا ایک پیسہ بھی نہ کھانے کا عزم مصمم کریں اور سود کی ما بقیہ رقم کو فلاحی کاموں میں لگادیں۔

7۔ اگر کسی کمپنی میں صرف اور صرف سود پر قرضہ دینے کا کاروبار ہے، کوئی دوسرا کام نہیں ہے تو ایسی کمپنی میں ملازمت کرنا جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر کسی بینک میں سود پر قرضہ کے علاوہ جائز کام بھی ہوتے ہیں، مثلاً بینک میں رقم جمع کرنا وغیرہ، تو ایسے بینک میں ملازمت کرنا حرام نہیں ہے، البتہ بچنا چاہیے۔

8۔ اگر کوئی شخص سونے کے پرانے زیورات بیچ کر سونے کے نئے زیورات خریدنا چاہتا ہے، تو اس کو چاہیے کہ دونوں کی الگ الگ قیمت لگوا کر اس پر قبضہ کرے اور قبضہ کرائے۔ نئے سونے کے بدلے پرانے سونے اور فرق کو دینا جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ بھی سود کی ایک شکل ہے۔

ایک اہم نکتہ

دنیا کی بڑی بڑی اقتصادی شخصیات کے مطابق موجودہ سودی نظام سے صرف اور صرف سرمایہ کاروں کو ہی فائدہ پہنچتا ہے۔ نیز اس میں بے شمار خرابیاں ہیں جس کی وجہ سے پوری دنیا اب اسلامی نظام کی طرف مائل ہورہی ہے۔

بعض مادہ پرست لوگ سود کے جواز کے لیے دلیل دیتے ہیں کہ قرآن میں وارد سود کی حرمت کا تعلق ذاتی ضرورت کے لیے قرض لینے سے ہے جبکہ تجارت کی غرض سے سود پر قرض لیا جاسکتا ہے، اسی طرح بعض مادہ پرست لوگ کہتے ہیں کہ قرآن میں جو سود کی حرمت ہے اس سے مراد سود پر سود ہے؛ لیکن single سود قرآن کے اس حکم میں داخل نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن میں کسی شرط کو ذکر کیے بغیر سود کی حرمت کا اعلان کیا گیا ہے تو قرآن کے اس عموم کو مختص کرنے کے لیے قرآن وحدیث کی واضح دلیل درکار ہے، جو قیامت تک پیش نہیں کی جاسکتی۔ اسی لیے خیر القرون سے آج تک کسی بھی مشہور مفسر نے سود کی حرمت والی آیت کی تفسیر اس طرح نہیں کی۔ نیز قرآن میں سود کی حرمت کے اعلان کے وقت ذاتی اور تجارتی دونوں غرض سے سود لیا جاتا تھا، اسی طرح ایک مرتبہ کا سود یا سود پر سود دونوں رائج تھے۔ 1500 سال سے مفسرین ومحدثین وعلماء کرام نے دلائل کے ساتھ اسی بات کو تحریر فرمایا ہے۔ یہ معاملہ ایسا ہی ہے، جیسے کوئی کہے کہ قرآن کریم میں شراب پینے کی حرمت اس لیے ہے کہ اُس زمانہ میں شراب گندی جگہوں میں بنائی جاتی تھی جبکہ آج صفائی ستھرائی کے ساتھ شراب بنائی جاتی ہے، حسین بوتلوں میں اور خوبصورت ہوٹلوں میں ملتی ہے، لہٰذا یہ حرام نہیں ہے۔ ایسے دنیا پرست لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے!

☆☆☆☆☆

اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ

محمد فہیم
mfaheemdir@yahoo.com

قرآن عظیم الشان میں دس مقامات ایسے ہیں جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اصطلاح اکٹھے آئی ہے۔ گویا یہ دونوں چیزیں ایک حیاتیاتی اکائی (Organic whole) کی حیثیت سے قرآن میں بیان کی گئی ہیں۔ بادی النظر میں یہ بات قابل غور ہے کہ نہی عن المنکر کا کام خصوصی طور پر وہی لوگ کرسکیں گے جن کو ایسا کرنے پر قدرت حاصل ہو۔ قرآن مجید میں مقابلتاً نہی عن المنکر پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ ان میں چند مقامات یہ ہیں جہاں یہ دونوں اکٹھے وارد ہوئے ہیں: سورۃ لقمان آیت 17، سورۃ الحج آیت 41، آل عمران آیت 110 اور 104، المائدہ آیت 63 اور 79، الاعراف آیت 165، سورہ ھود آیت 116۔ یہ ان دس مقامات میں سے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ ان آیات کا ترجمہ یا ان کی تشریح اس مضمون کی طوالت کا سبب بنے گی لہٰذا اس بحث کو صرف اس پہلو تک محدود رکھا جائے گا جس میں ”صاحب اقتدار“ و صاحبان توفیق کو نہی عن المنکر کی ذمہ داری سونپ دی گئی ہے۔

متذکرہ آیات میں شامل سورۃ الحج کی آیت 41 میں فرمایا جارہا ہے:

”وہ لوگ جنہیں ہم زمین میں اقتدار (تمکن) عطا کر دیں تو وہ تین کام کریں۔ i) نماز کا نظام قائم کریں گے ii) زکوٰۃ کا نظام قائم کریں گے اور iii) بدی سے روکیں گے اور نیکی کا حکم کریں گے“

یہی نفس مضمون دوسری متذکرہ آیات کا بھی ہے کہ نہی عن المنکر اہم ترین فریضہ ہے جسے امت نے بحیثیت مجموعی ادا کرنا ہے۔ اگر امت اس فریضہ کو چھوڑ چکی ہو تو پھر اس امت میں ایک اجتماعیت ایسی موجود ہونی چاہیے جو اس کام کو کرتی رہے۔ اس اہم فریضہ سے متعلقہ کئی ایک احادیث بھی ہیں جن میں سے تین احادیث مبارکہ کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

مسلم شریف کی حدیث جو حضرت ابی سعید الخدریؓ سے مروی ہے، اس میں آپؐ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”جو شخص بھی تم میں سے کوئی منکر دیکھے تو اسے چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے۔“ غور کی بات ہے کہ یہ فرض ہے۔ ایسا نہیں کہ جو کوئی بُرائی کرتا ہے کرتا رہے، اللہ خود اس سے پوچھے گا۔ جہاں اختیار ہے، طاقت ہے اور آپ روک سکتے ہیں تو آپ پر طاقت سے روکنا فرض ہے۔ گھر کے سربراہ کو گھر کے اندر یعنی اپنے دائرہ اختیار میں اگر کوئی بُرائی کا کام نظر آرہا ہو تو وہ اس پر مکلف ہے کہ اسے بہ زور بازو روکے۔ کسی سکول کے ہیڈ ماسٹر یا کالج کے سربراہ کا فرض ہے کہ وہ اپنے ادارے کے اندر کسی بھی غلط کام کو روکے۔ کسی حکومت کو خود بخود یہ طاقت حاصل ہوتی ہے کہ وہ ان تمام برائیوں کا قلع قمع کرے جو اس ملک میں پھیل رہی ہوں۔ خصوصاً کسی نظریاتی ملک میں تو یہ کام اہم تر ہو جاتا ہے کہ حکمران اور صاحب اقتدار منکرات پر کڑی نظر رکھیں تاکہ وہ معاشرے میں پنپ نہ سکیں۔ آگے یہ حدیث فرماتی ہے ”پھر اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو برائی کے خلاف اپنی زبان استعمال کرے“ یعنی تحریر و تقریر کے ذریعے اس کے خلاف جہاد کرے۔ منکرات کو منکر کہہ کر لوگوں، اداروں اور حکومتی اہلکاروں کو متوجہ کرے۔ حتی الوسع اپنی کوشش جاری رکھے خواہ اس راستے میں کتنے ہی موانع حائل ہوں۔ پھر اگر ایسی صورت حال ہو جب زبانوں پر تالے پڑے ہوں، کوئی جابر اور ظالم حکمرانی کے تخت پر متمکن ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو پامال کر رہے ہوں اور اپنے خلاف ہر قسم کی آواز کو دبا رہے ہوں تو ایسے میں اس حدیث کی رُو سے جو راہ باقی رہ جاتی ہے وہ ہے ”پھر اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو کم از کم اپنے دل میں اس کے خلاف زبردست نفرت کا جذبہ رکھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے“۔ اس مضمون کی ایک اور حدیث حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مسلم شریف میں بھی مروی ہے، جس کے آخر میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر دل میں بھی اس منکر کے خلاف نفرت نہ ہو تو پھر تو ”رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔“ ایک اور حدیث جو حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم لازماً نیکی کا حکم دو گے اور بدی سے روکو گے ورنہ اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسا عذاب لائے گا کہ پھر تم دعائیں مانگو گے لیکن اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول نہیں کرے گا۔“ (ترمذیؒ)

ان قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں معاشرے جو حکومت اور عوام پر مشتمل ہے، کا اگر جائزہ لیا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ ہم اجتماعی طور پر ہر قسم کے منکرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ دہشت گردی، بھتہ خوری، قتل و غارت، اغوا کاری، استحصال و جبر، حقوق کا غصب، سمگلنگ، ملاوٹ، فحاشی، عریانی ایک لمبی فہرست ہے جس میں ہمارا معاشرہ گرفتار ہے۔ ہاں افراد ہوں گے جو ان ناگفتہ بہ حالات میں بھی بچ بچ کر نکلنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ یہ انفرادی تقویٰ کی مثالیں ہیں جن سے بد سے بدتر معاشرہ بھی کبھی خالی نہیں ہوتا۔ درحقیقت بحیثیت مجموعی ہم درج بالا منکرات کا شکار ہیں۔

ان منکرات میں سب سے بڑھ کر قبیح اور بدترین منکر سودی نظام ہے جو نہ صرف یہ کہ مختلف شکلوں میں عوام الناس کے درمیان جاری ہے بلکہ حکومتی سرپرستی میں سود ہماری معیشت کے نظام کو چلانے کا اہم ترین پرزہ بن چکا ہے۔ ہم نے از خود اس کافرانہ اور ظالمانہ نظام کو آزادی کے پہلے دن سے لے کر آج تک پال رکھا ہے۔ آج اسی سودی نظام کی وجہ سے ہم آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے غلام بن چکے ہیں۔ اس سود کی وجہ سے آج ہماری آبادی کا ہر فرد ان سودی اداروں کا قرض دار ہے۔ گزشتہ پندرہ سالوں سے فی فرد اندرونی اور بیرونی قرضہ ناقابل یقین حد تک بڑھ چکا ہے۔ جو بھی حکمران تخت بدلتے ہیں وہ مزید قرضہ حاصل کر کے اپنی کامیابیوں کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ ہم قرضہ لینے میں کامیاب ہوگئے۔ مزید قرضہ اور مزید سود کی ادائیگی کا یہ خونی چکر چل رہا ہے اور پاکستانی معیشت کا بیڑا غرق ہوتا جارہا ہے۔ پوری قوم یہ سزا کاٹ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ”اے اہل ایمان سود کو چھوڑ دو...... اگر نہیں چھوڑو گے تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ“ (البقرہ:278-279)

لہٰذا یہ پاکستانی ملت اپنی پیدائش کے دن سے لے کر آج تک لنگر لنگوٹ کس کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ

کے ساتھ جنگ کی حالت میں ہے تو رحم کیسے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسولؐ سے لڑنے والے کی مدد کیوں کر کرے گا؟

کیا ہم قرآنی تنبیہات کو نہیں سمجھتے کہ اگر باز نہ آئے تو دُنیا و آخرت دونوں کی تباہی یقینی ہے۔ اس سود کی شناعت کو واضح کرنے کے لیے حضورﷺ کی وہ لرزا دینے والی حدیث ہمارے سامنے ہونی چاہیے کہ ”سود کے 70 حصے ہیں اور اس کی کم ترین حصہ کی برائی اس کے برابر ہے کہ کوئی بد بخت اپنی ماں کے ساتھ زنا کا ارتکاب کرے“۔ اب یہ الفاظ لرزا دینے والے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسولﷺ کی زبان مبارک سے اس لیے ادا ہوئے ہیں تاکہ اس اُم الخبائث کی شناعت اور برائی کا کسی حد تک ادراک کروایا جاسکے۔

یہ تو پاکستان کی تاریخ کا تاریک پہلو ہے، جس میں سودی نظام جاری وساری ہے۔ تاہم اس دوران اہل حق، علماءِ حق اور دینی جماعتیں اس لعنت کے خلاف ہمیشہ برسرپیکار رہی ہیں۔ منبر ومحراب کے علاوہ کئی ایک اداروں نے مختلف اوقات میں ہر ممکن ذرائع کو اس کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ 1992ء میں فیڈرل شریعت کورٹ نے سود/ ربا کو حرام قرار دے کر اس کو ممنوع قرار دیا تھا۔ اس وقت ہمارے حکمرانوں نے مختلف حیلے بہانوں سے اس کی تنفیذ کو ٹالنے کی کوشش کی۔ حتیٰ کہ 1999ء میں سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ نے بھی فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کو برقرار رکھا۔ مشرف حکومت نے اسے ریویو کے بہانے سرد خانے میں ڈال دیا، اور عصر حاضر کے متبحر عالم دین اور فقہ کے ماہر جج جناب مفتی تقی عثمانی صاحب کو فیڈرل شریعت کورٹ ہی سے الگ کر دیا۔ نہ رہے بانس نہ بجے بنسری!

یہ اپیل ایسے سرد خانے میں رہ گئی جہاں سے پھر اس نے نکلنا ہی نہ تھا۔ مشرف کا دور تو عیاں سیکولرازم اور امریکی غلامی کا دور تھا۔ سودی نظام کی شناعت مشرف جیسی شخصیت پر کہاں کوئی اثر کرسکتی تھی۔ اب پھر مختلف تنظیموں اور اداروں کی طرف سے سپریم کورٹ میں جو اپیل دائر کی گئی تھی اس کا ایسا فیصلہ آیا ہے جس نے اس قوم کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ جو عجوبہ بیان ہوا ہے اسے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ ہر خاص و عام نے وہ فیصلہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے دیکھا اور سمجھا ہے۔ مملکت خداداد پاکستان جس کی بنیاد ہی اسلامی نظریہ ہے، اس کی سب سے اونچی عدالت کا ایسا فیصلہ جو اسلام کے ہر اصول کے خلاف ہے اور جس میں نہایت ڈھٹائی کے ساتھ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ جنگ جاری رکھنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس فیصلہ کا حیران کن پہلو یہ ہے کہ ”جو کوئی سود لیتا ہے اللہ اس کے ساتھ نمٹے گا۔“ اس میں کیا شک ہے۔ پھر تو حکومت اور عدالتیں تمام برائیوں کو کھلا چھوڑ دیں کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک سے پوچھے گا۔ کوئی بھی اس کے دستِ قدرت سے باہر نہیں جاسکتا۔ پھر یہ حکومتی نظام، یہ عدالتیں اور یہ کروفر کس مرض کا علاج ہیں؟

مختصراً یہ کہ ہم نے عدالتی لیول پر پھر اپنی بغاوت کا اعلان تازہ کر دیا ہے کہ ہاں یہ قوم اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ جنگ جاری رکھے گی۔ لہٰذا منطقی انجام یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اگرچہ ہم پہلے ہی سے مختلف عذابوں میں گھرے ہوئے ہیں لیکن اب ہم نے خود عذاب کی آخری شکل یعنی عذاب استیصال کو دعوت دی ہے۔ فاعتبرو یا اولو الابصار!

انتظامیہ اور عدلیہ تو اس امتحان میں فیل ہو گئے ہیں، رہی ہماری مقننہ تو اس سے بھی خیر کی کوئی بڑی امید نہیں کیوں کہ وہاں پر صرف ذاتی مفادات کی جنگ جاری رہتی ہے۔ قانون سازی کا یہ حال ہے کہ عائلی قوانین جو تمام مکاتب فکر کے مطابق اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں، ابھی تک اسی شکل میں موجود ہیں جو ابتدا میں بنے تھے۔ کسی مذہبی جماعت نے اس کے خلاف ابھی تک پارلیمنٹ میں کوئی قابل ذکر ردِ عمل ظاہر نہیں کیا۔ قانون ساز وہاں جا کر ترقیاتی فنڈز اور اپنی مراعات بڑھانے میں اپنا کل زور صرف کر رہے ہیں۔ سود کے خلاف تو اسی پارلیمنٹ میں بھی ایک تحریک برپا کی جاسکتی ہے۔ وہ کون سا مسلمان ہوگا جو سود پر پابندی کے حق میں اپنا ووٹ اور زور استعمال کرنے سے گریز کرے گا، سوائے چند سیکولر عناصر کے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قوم کو اس عذاب میں ان نام نہاد لیڈروں اور انہی اداروں نے مبتلا کیے رکھا ہے۔ یہ اس بے خدا ڈیموکریسی کے شاخسانے ہیں کہ یہ قوم و ملت پاکستان ایک مسلمان قوم کی حیثیت سے نہیں بلکہ قومی، علاقائی، لسانی اور سب سے بڑھ کر مذہبی اور فرقہ واریت کی بنیاد پر بٹ کر منتشر انبوہ مومنان کے طور پر جی رہی ہے۔

سود کے حق میں عدالت عظمیٰ کے متعلقہ بنچ کے فیصلے نے اس قوم کی اُمیدوں پر آخری حد تک پانی پھیر دیا ہے۔ دینی اور ایمانی اعتبار سے موجودہ نہایت بے یقینی کی صورت حال میں اس سوال کا جواب کہ آئندہ کیا ہوگا، ممکنہ طور پر تو یہی ہے کہ ”ہاں جنگ جاری رہے گی“ (اعاذ نا اللہ من ذالک) تو کیا کبھی اس پر بھی کچھ سوچا ہے کہ یہ جنگ کس کے ساتھ ہے؟

اے مملکت خداداد پاکستان کے حکمرانو، قانون سازو اور عدلیہ کے جج صاحبان! کیا آپ اس جنگ کو لڑنے کے لیے تیار ہیں جو قرآن کی رُو سے کسی اور سے نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسولﷺ کے ساتھ ہے۔

☆☆☆☆☆

کیا آپ جاننا چاھتے ھیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

پاکستان میں انسدادِ سود کی کوششیں: ایک جائزہ

اپریل 1997ء میں ہفت روزہ "ندائے خلافت" کی ایک خصوصی اشاعت بسلسلہ "مطالبہ تکمیل دستور خلافت" شائع ہوئی تھی۔ اس میں ایک مضمون "پاکستان میں انسداد سود کی کوششوں کی تاریخ" کے عنوان سے شامل کیا گیا تھا۔ مذکورہ تحریر کے عنوان اور متن میں زبان و بیان کے اعتبار سے چند ضروری تبدیلیاں کر کے اسے دوبارہ ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اسلامی نظریاتی کونسل کا فیصلہ: 23 دسمبر 1969ء

اس فیصلے میں ہر نوع کے "interest" کو "ربا" قرار دیا گیا ہے چاہے قرض کا مقصد، شرح اور مدت کچھ بھی ہو اور فریقین کوئی بھی ہوں۔

29 ستمبر 1977ء کا صدارتی حکم

اس میں اسلامی نظریاتی کونسل کو حکم دیا گیا کہ وہ غیر سودی اسلامی معیشت کے خدوخال پر مبنی رپورٹ تیار کرے۔ کونسل نے اس مقصد کے لیے ماہرین کا ایک پینل تشکیل دیا جنہوں نے اپنی رپورٹ بنائی۔ کونسل نے اس رپورٹ کا جائزہ لے کر اور اس میں ضروری ترمیمات کر کے اپنی ایک الگ رپورٹ تیار کی جو 13 جون 1980ء کو جاری کر دی گئی۔ یہ اہم رپورٹ غیر سودی مالیات کے ضمن میں ایک مکمل خاکہ مہیا کرتی ہے اور اس میں تجارتی اور صنعتی مقاصد کے لیے سرمایہ کی فراہمی کے لیے بارہ متبادل صورتیں (alternative modes of financing) بھی تجویز کی گئی ہیں۔

(نوٹ: یہ رپورٹ اواخر 1980ء تک وزارت خزانہ کے "سرد خانے" میں پڑی رہی، یہاں تک کہ اس کی اشاعت عام پر بھی پابندی لگی رہی۔ اس کی "رہائی" اور طباعت و اشاعت کی اجازت کا مرحلہ اس وقت طے ہو سکا جب اسلامی نظریاتی کونسل کے اُس وقت کے چیئرمین جناب جسٹس (ر) تنزیل الرحمٰن نے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے اس کی شکایت کی۔ واضح رہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف اس وقت جنرل ضیاء الحق کی نامزد مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ چنانچہ ان کے پُرزور اصرار پر جنرل صاحب نے اس رپورٹ کی طباعت کی اجازت مرحمت فرمائی!)

سٹیٹ بینک کا حکم نامہ: 1980ء

اس سرکلر میں تمام کمرشل بینکوں کو ہدایت کی گئی کہ یکم جنوری 1981ء سے کونسل کی رپورٹ کے مطابق اپنے آپریشنز کو اسلامی خطوط پر استوار کر لیں۔ یعنی آئندہ سے نہ تو interest-bearing deposits قبول کریں اور نہ ہی interest-bearing lending جاری کریں۔ کھاتہ داروں کے لیے پہلے سے جاری کرنٹ اکاؤنٹ کو برقرار رکھتے ہوئے سیونگ اکاؤنٹ کی بجائے پی ایل ایس اکاؤنٹ شروع کیا گیا اور تجارتی و صنعتی سرمایہ کاری کے لیے بینکوں کو مندرجہ ذیل 12 متبادل صورتوں کا پابند کیا گیا:

☆ مضاربہ
☆ مشارکہ
☆ اجارہ
☆ اجارہ واکتناع
☆ equity participation
☆ rent sharing
☆ اشیاء کی خرید و فروخت کے لیے بیع مرابحہ کی صورت میں مارک اپ فنانسنگ
☆ جائیداد کی خرید کے لیے buy back معاہدات
☆ ٹریڈ بلز
☆ Participatory Term Certificates
☆ سروس چارجز کی بنیاد پر غیر سودی قرضے
☆ قرضِ حسنہ

سٹیٹ بینک کا سرکلر: 1984ء

اس سرکلر کے مطابق بینکوں کو اجازت دی گئی کہ وہ بیع مرابحہ کی قیود سے آزاد مارک اپ فنانسنگ کی اساس پر عام قرضے بھی جاری کر سکتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بینکوں نے مضاربہ، مشارکہ، اجارہ وغیرہ کی بنیاد پر فنانسنگ ختم کر کے ان میں سے اکثر کے لیے مارک اپ کو اختیار کر لیا اور شرعی طور پر جائز modes of financing میں بھی ایسی تبدیلیاں کر لیں اور ایسی شرائط رکھ لیں کہ ان کی شکل بگڑ کر غیر شرعی یا سودی ہو گئی۔

فیڈرل شریعت کورٹ کا فیصلہ: 1991ء

نومبر 1991ء کے اس فیصلے کے مطابق ملکی مالیاتی نظام کے جملہ معاملات میں اور قوانین میں interest پر "الربا المحرم" کا اطلاق ہوتا ہے۔ مزید برآں "مارک اپ" کے نام پر جو نام نہاد غیر سودی فنانسنگ جاری ہے وہ بھی درحقیقت "سود" ہی ہے۔ کورٹ نے وفاقی حکومت کو ہدایت دی کہ 30 جون 1992ء تک تمام سودی معاملات سے سود کو ختم کر کے غیر سودی متبادلات کو جاری کیا جائے۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں مذکورہ تاریخ کے بعد سودی لین دین سے متعلق تمام قوانین غیر موثر ہو جائیں گے۔

فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلہ کے خلاف حکومتی اپیل

حکومت نے فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے پر عمل درآمد کے لیے ماہرین کے ذریعے بینکاری کا متبادل نظام تجویز کرنے کی مساعی شروع کرنے کے بجائے سپریم کورٹ کے اپیلیٹ بینچ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی اور تا حال معاملہ سپریم کورٹ کے پاس pending ہے۔ اس دوران سپریم کورٹ نے ایک سوال نامے کے ذریعے ملک کے معروف علماء، اکانومسٹس اور قانون دانوں سے مختلف معاملات پر ان کی آراء اور تجاویز مانگی ہیں۔ گویا سپریم کورٹ تمام معاملات کا ازسرِنو جائزہ لینا چاہتی ہے۔

کمیشن فار اسلامائزیشن آف دی اکانومی

مرکزی حکومت نے فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کرنے کے ساتھ متذکرہ بالا عنوان سے ایک کمیشن بھی قائم کیا جس کا سربراہ سٹیٹ بینک آف پاکستان کے گورنر ہی کو بنایا گیا۔ اس کمیشن نے جون 1992ء میں ماہرین کے ایک ورکنگ گروپ کے کام پر مبنی رپورٹ (جو طبع تو ہو گئی ہے لیکن منظر عام سے غائب کر دی گئی) میں یہ رائے دی کہ مارک اپ سمیت تمام قسم کے interest اصلاً ربا ہی ہیں۔

اس طرح انسداد سود کی اب تک کی جملہ مساعی کا

حاصل صفر ہے۔اس وقت پاکستان میں بینکوں کی فنانسنگ کی اکثر و بیشتر اور اہم ترمدات میں تو اعلانیہ طور پر مارک اپ کا وہ اصول کارفرما ہے جو اسلامی نظریاتی کونسل، فیڈرل شریعت کورٹ اور کمیشن فار اسلامائزیشن سب کے نزدیک ''ربا'' ہے۔مزید برآں جن چند غیر سودی مدات کا آغاز کیا گیا تھا، ان میں سے بعض اگرچہ بظاہر ابھی جاری ہیں، جیسے اجارہ، مشارکہ، تعمیراتی فنانسنگ اور ICP,NIT کی سکیمیں لیکن ان سب کے قواعد و ضوابط میں بھی رفتہ رفتہ جو تبدیلیاں کر دی گئی ہیں ان کی بنا پر یہ سب بھی ''ربا'' ہی کی صورت اختیار کر چکی ہیں اور 1991ء میں فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے سے جو نئی تاریخ شروع ہوئی تھی اسے اپیل کے ''سرد خانے'' میں ''منجمد'' کر دیا گیا ہے۔

انسدادِ سود کے لیے عملی اقدامات

اصولی اور عمومی اقدامات

☆دستور پاکستان میں وہ جملہ ترامیم فوری طور پر کر دی جائیں جن سے پاکستان کو کم از کم اصولی اور دستوری سطح پر اسلامی ریاست یا نظام خلافت کا درجہ حاصل ہو جائے! اس سے عوام میں عزم نو بیدار ہو گا اور ایثار، قربانی کا قومی جذبہ پیدا ہوگا۔

☆حکومت پاکستان سود سے متعلق فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلہ کے خلاف اپیل کو فوراً واپس لے لے البتہ اس کی تنفیذ کے لیے کچھ مہلت حاصل کر لے۔

☆ربا کی حرمت اور اس کی خباثت کو آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ (ﷺ) کے حوالے سے جملہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے عام کیا جائے، تاکہ لوگ فرمان الٰہی: یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین (البقرۃ:278) کے مطابق سود کو چھوڑنے اور نقصان برداشت کرنے کے لیے ذہنی اور قلبی طور پر آمادہ ہوں۔

☆''کمیشن فار اسلامائزیشن آف اکانومی'' کو موثر بنانے کے لیے اس میں نسبتاً بڑے پیمانے پر ماہرین و علماء کو شامل کیا جائے اور انہیں اس کام کے لیے کل وقتی بنیاد پر مصروف کیا جائے۔مزید برآں، انہیں وسیع تر اختیارات دیے جائیں تاکہ وہ انسداد سود کے عمل کی نگرانی بہتر طریق پر کر سکیں۔

☆حکومتی قرضوں کو کم کرنے کے لیے بجٹ کے خسارے کو کم کیا جائے اور اس کے لیے اخراجات میں کمی اور ٹیکسوں کے نظام کو مستعد اور حقیقت پسندانہ بنایا جائے۔

☆عدالتی نظام کو موثر اور مستعد بنایا جائے اور عام افراد کو سودی مقدمے ختم کرانے کے لیے عدالتوں میں جانے کی اجازت ہو۔اس کے لیے سود کو ختم کرنے کی ضروری عدالتی ترمیمات درکار ہوں گی۔یہ عمل سود کے خاتمے کے لیے built-in mechanism مہیا کرے گا۔

☆نئے ادارے وجود میں لائے جائیں جن کے تحت شرعی طور پر جائز تجارتی لین دین کیا جا سکے۔

☆چونکہ سرمایہ یا نقد پر ''ربا'' کی لعنت کو بالکلیہ اس وقت تک ختم نہیں کیا جا سکتا جب تک زراعت کو بھی ''ربا'' سے پاک نہ کر دیا جائے، لہٰذا جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری میں سے بھی غیر اسلامی عنصر کو ختم کرنے کے لیے اقدامات کا آغاز کیا جائے۔

فوری اور لازمی اقدامات

☆صوبائی اور وفاقی حکومتوں کے باہمی قرضوں نیز وفاقی حکومت کے سٹیٹ بینک سے قرضے پر سود فوری طور پر ختم کر دیا جائے۔اس لیے کہ اس سے آمدن اور اخراجات پر مجملہ کوئی اثر نہیں پڑے گا۔یہ کام فوری کرنا چاہیے۔

☆نیم سرکاری اداروں اور کارپوریشنوں جیسے واپڈا، ریلوے اور پی ٹی سی وغیرہ کو جو قرضے حکومت نے دیے ہیں ان کو فوری طور پر ''ایکویٹی'' میں تبدیل کر دیا جائے!

☆حکومت کی بچت سکیموں کے تحت حکومتی قرضوں پر مشتمل ہر نوع کے بانڈز، سرٹیفکیٹ اور سیکیورٹیز وغیرہ پر سود کی ادائیگی فوری طور پر بند کی جائے۔نیز ان قرضوں کے اصل زر کی ادائیگی کے لیے مناسب لائحہ عمل کا اعلان کیا جائے۔

☆سرکاری ملازمین کو مکان، کار یا موٹر سائیکل کی خرید کے لیے دیے جانے والے قرضوں پر سے سود لینے اور GPF پر سود دینے کو فوراً ساقط کر دیا جائے۔

☆بینک فنانسنگ کو حسب ذیل صورتوں میں از سر نو محدود کر دیا جائے، جیسے یکم جنوری 1981ء سے کیا گیا تھا:

i) شراکتی سرمایہ کاری، یعنی مضاربہ اور مشارکہ کی بنیاد پر نفع و نقصان میں شراکت

ii) بیع موجل، بیع سلم، بیع مرابحہ اور اجارہ (leasing) کی بنیاد پر عقود بیع اور عقود اجارہ

iii) ٹائم ملٹی پل کاؤنٹر لون (TMCL) کی بنیاد پر قلیل اور طویل مدتی قرضے برائے صارفین، تاجرین اور حکومت۔ (تجویز کردہ: شیخ محمود احمد مرحوم، مصنف ''سود کی متبادل اساس'')

iv) قرض حسنہ برائے صارفین و حکومت

☆بین الاقوامی سودی قرضوں کی ایڈجسٹمنٹ کے لیے Debt-Equity Swap کا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔اس طریقے میں غیر ملکی حکومتوں، اداروں کو اس بات کی اجازت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے واجب الوصول قرضوں کے عوض ملک کے اندر حقیقی سرمایہ کاری کریں جس کے لیے حکومت انہیں لوکل کرنسی میں رقم مہیا کرنے اور ان کے منافع کی ادائیگی زرمبادلہ میں کرنے کی ضمانت دیتی ہے۔اس کے لیے لاطینی امریکہ کے ممالک کا تجربہ مفید ہوگا۔

☆تجارتی بینکوں کے لیے اجازت ہو کہ وہ رئیل انوسمنٹ اور ٹریڈنگ وغیرہ کے شعبوں میں بھی سرمایہ کاری کر سکیں۔اس میں نہ کوئی شرعی قباحت آڑے آتی ہے اور نہ ہی کوئی دوسری مشکل ہے۔

☆سٹاک مارکیٹ میں سٹہ بازی کی صریح ممانعت ہو اور حصص کی صرف حقیقی خرید و فروخت کی اجازت دی جائے۔

☆بینکوں کے آڈٹ کا شرعی اعتبار سے ایک اضافی محکم نظام قائم کیا جائے۔

☆''قرض اتارو اور ملک سنوارو مہم'' میں سے پہلی دو صورتوں کو برقرار رکھتے ہوئے تیسری یعنی ''بچت اکاؤنٹ'' کو فوراً ختم کیا جائے، اور اس کی بجائے زکوٰۃ وصول کی جائے جس کے ضمن میں یہ ضمانت دی جائے کہ یہ صرف اور صرف اور براہ راست ملکی قرضے کی ادائیگی میں صرف ہو گی!

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (العنکبوت)

☆☆☆☆☆

دعائے مغفرت

☆ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' کے ادارتی معاون برادرم فرید اللہ مروت کی والدہ محترمہ انتقال فرما گئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھَا وَارْحَمْھَا وَاَدْخِلْھَا فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھَا حِسَابًا یَّسِیْرًا

زلزلہ: آفت، عذاب یا آزمائش

29 اکتوبر 2015ء کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

مہمانانِ گرامی
☆ ایوب بیگ مرزا: ناظم نشرواشاعت، تنظیم اسلامی
☆ مومن محمود: ریسرچ سکالر قرآن اکیڈمی لاہور

میزبان: آصف حمید

سوال: مذہبی طبقات زلزلہ اور دوسری آفات کو انسان کے گناہوں کی سزا قرار دیتے ہیں۔ قرآن اور احادیث کے حوالے سے اس کی وضاحت کر دیجیے۔

مومن محمود: اس سوال کا جواب مختلف انداز سے دیا جا سکتا ہے۔ پہلی بات یہ کہ جب ایسی آسمانی آفات آئیں تو متاثرین کے ساتھ ہمارا طرزِ عمل ہمدردی اور شفقت کا ہونا چاہیے۔ فوری طور پر یہ نہ کہہ دیا جائے کہ یہ تمہارے گناہوں کی سزا ہے۔ پہلی پکار ان کی مدد کی لگائی جائے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں، کسی بھی عضو میں تکلیف ہو تو پورا جسم اسے محسوس کرتا ہے۔ بلاشبہ قرآن مجید میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو یہ جان لو کہ وہ تمہارے اپنے گناہوں کا نتیجہ ہے، لیکن اس حوالے سے ہمارا طرزِ عمل یہ ہونا چاہیے کہ میرے اوپر مصیبت آئے تو یہی تصور کروں کہ یہ میرے گناہوں کی سزا ہے جبکہ کسی اور کی مصیبت کے بارے میں فوری طور پر یہ نہ کہوں۔ دوسری بات یہ کہ قرآن مجید ہمیں یہ قاعدہ بھی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی کو خوشحال رکھتے ہیں اور کسی کو تنگ دست کر دیتے ہیں، یا کسی پر آزمائش نازل کرتے ہیں اور کسی کو عافیت عطا کر دیتے ہیں تو خوشحالی یا عافیت اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ اس سے راضی ہے، اور اسی طرح آزمائش یا عدم عافیت اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہے۔ مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ ہم دنیا میں خوشحال ہیں تو اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہے جبکہ نبی ﷺ کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا:

''انسان کا معاملہ یہ ہے کہ جب اس کا ربّ اسے آزماتا ہے، پھر اسے عزت دیتا ہے اور نعمتیں عطا کرتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی! اور جب وہ اسے آزماتا ہے، پھر اُس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے، تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا!'' (الفجر: 15، 16)

یہ قاعدہ درست نہیں ہے۔ اس ضمن میں تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ آزمائش انبیاء پر آتی ہے۔ پھر جو انبیاء کے جتنا قریب ہے، اس پر آزمائش اتنی زیادہ آئے گی۔ ایک صاحب نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں آپؐ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ذرا غور کر لو تم کہہ کیا رہے ہو۔ انہوں نے کہا مجھے محبت ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر فقر کے لیے تیار ہو

مرتب: محمد خلیق

جاؤ۔ چوتھی بات یہ کہ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن واحادیث میں یہ بات کئی جگہ پر آئی ہے کہ انسان پر مصیبتیں ان کے اپنے گناہوں کا نتیجہ ہیں۔ البتہ انبیاء کا معاملہ استثناء کا ہے کیونکہ وہ معصوم ہیں۔ ان پر اگر آزمائشیں آتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرماتے ہیں۔ انسانوں پر آنے والی کوئی بھی مصیبت اللہ کی طرف سے عذاب بھی ہے اور رحمت بھی۔ عذاب اس اعتبار سے ہے کہ یہ گناہوں کا نتیجہ ہے۔ اگر اس کے بعد انسان اللہ کی طرف رجوع کر لے تو پھر وہی آزمائش اور ابتلاء اس کے حق میں رحمت ثابت ہو جائے گی۔

سوال: یعنی عذاب اور آزمائش میں فرق کی نشان دہی کی جائے؟

مومن محمود: عذاب اور آزمائش میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جو بھی عذاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آ رہا ہے وہ اس اعتبار سے آزمائش ہے کہ اس تکلیف میں انسان اللہ کی طرف رُخ کرتا ہے یا اللہ کی طرف پیٹھ پھیر لیتا ہے۔ جو لوگ اس عذاب کے باعث حالتِ ایمان میں دنیا سے رخصت ہو گئے تو یہ عذاب ان کے لیے آخرت کے عذاب کا کفارہ ہو جائے گا۔

سوال: اس بات کو واضح کریں کہ ایک باعمل مسلمان کے لیے یہ عذاب نہیں بلکہ آزمائش ہے۔ ہمارے ہاں زلزلے کو بار بار عذاب ہی کہا جا رہا ہے۔ کیا یہ ایک آزمائش ہے اگر اس سے ہدایت حاصل کر لی جائے؟

مومن محمود: دراصل اللہ تعالیٰ کا کسی پر دنیا میں عذاب بھیج دینا کئی دفعہ اس کے حق میں رحمت ثابت ہوتا ہے۔ احادیث کی رُو سے، یہ رحمت ان معنوں میں ہے کہ یہ عذاب صرف دنیا میں آتا ہے اور آخرت میں اس کے اوپر کوئی عذاب نہیں ہوگا۔ دنیا میں فتنے، آزمائشیں، زلزلے اور قتل وغارت کا عام ہو جانا عذاب کی مختلف صورتیں ہیں لیکن یہ سارا کچھ جہاں ہو رہا ہے وہ ان کی طرف سے آخرت کے عذاب کا کفارہ ہو جائے گا۔ اس اعتبار سے یہ ان کے حق میں رحمت بن جاتا ہے۔ باقی لوگوں کے لیے یہ تنبیہ اور آزمائش ہے کہ وہ اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتے ہیں یا نہیں۔ عذاب کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ کی طرف سے اب ان پر جہنم کا عذاب آئے گا۔ دنیا میں کئی دفعہ مار پڑتی ہے کیونکہ اللہ کی طرف سے مکفرات کا ایک نظام ہے۔ اس نظام کے تحت اللہ تعالیٰ جہنم میں اس شخص کو ڈالیں گے جو

> قرآن مجید ہمیں یہ قاعدہ بھی دیتا ہے کہ خوشحالی یا عافیت اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہے، اور اسی طرح آزمائش یا عدم عافیت اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہے۔

آٹھ دس مراحل سے گزرنے کے باوجود بھی پاک نہ ہو سکا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ دنیا میں آزمائشوں اور سزاؤں کے ذریعے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔

عموماً استہزائی انداز میں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ دنیاوی عذاب امیروں پر کیوں نہیں آتے، زلزلے اور

سیلاب سے پس ماندہ علاقے ہی کیوں زیادہ متاثر ہوتے ہیں جبکہ بڑے شہروں میں اتنا نقصان نہیں ہوتا۔اس پر پہلے تو ہمیں شکرادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مزید مہلت دی ہے۔ بڑے ظالموں کے بارے میں استدراج کا قاعدہ ہے‘ جس کی رُو سے اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ گناہوں میں بہت زیادہ مشغول ہو جاتا ہے۔ پھر جب پکڑ ہوتی ہے تو اسے چھوڑا نہیں جاتا۔ چنانچہ اس حالت سے تو انسان کو بہت پریشان ہونا چاہیے کہ یہ کیا ہو رہا ہے‘ کہیں اچانک اللہ کی پکڑ نہ آ جائے۔ وہ بڑے خطرے کی حالت میں ہیں۔ گناہوں کے باوجود اگر انہیں

> انسان پر آنے والی کوئی بھی مصیبت اللہ کی طرف سے عذاب بھی ہے اور رحمت بھی۔ عذاب اس اعتبار سے کہ یہ گناہوں کا نتیجہ ہے۔ اگر اس کے بعد انسان اللہ کی طرف رجوع کرلے تو پھر وہی آزمائش اور ابتلاء اس کے حق میں رحمت ثابت ہو جائے گی۔

نعمتیں مل رہی ہیں تو ایسی صورت میں انہیں فوراً اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ یہ کوئی خوشی یا فخر کی بات نہیں ہے۔

سوال : یقیناً سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے‘ لیکن زلزلے کے حوالے سے سائنسی حقائق کیا ہیں؟

ایوب بیگ مرزا : اس زمین کے بارے میں عام آدمی کا تصور ہے کہ یہ سخت پتھر کا ایک بہت بڑا ٹکڑا ہے۔ یہ خیال سائنسی لحاظ سے غلط ہے۔ اصل میں زمین مختلف rocky slabes کا مجموعہ ہے جن کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ ہم ان سلیبز پر زندگی گزار رہے ہیں۔ ہماری زمین بیضوی شکل کی ہے۔ جیسے ایک تازہ اُبلے ہوئے انڈے کے گرد جھلی آ جاتی ہے اسی طرح اس زمین کے گرد ایک انتہائی باریک جھلی ہے جو تمام جانداروں کی حفاظت میں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ہم جن سلیبز پر زندگی گزار رہے ہیں‘ یہ بڑی آہستہ آہستہ حرکت کرتی ہیں۔ زمین کے core میں انتہائی گرم لاوا ہے۔ سلیبز جن کو tectonic plates کہتے ہیں‘ بڑی آسانی سے اور ہلکی رفتار کے ساتھ اس لاوے کے اوپر تیرتی رہتی ہیں۔ جب کبھی یہ پلیٹس آپس میں رگڑ کھاتی ہیں تو اس کے نتیجے میں توانائی خارج ہوتی ہے جو زلزلے کا باعث بنتی ہے۔ جس جگہ پر ان پلیٹس کے آپس میں ٹکرانے کے زیادہ مواقع ہوں‘ اسے فالٹ لائن کہتے ہیں۔ سمندر کے نیچے بھی بالآخر زمین ہے۔ جو زلزلہ سمندر میں آئے اسے سونامی کہتے ہیں۔ 8 اکتوبر 2005ء کو جو زلزلہ آیا تھا‘ ریکٹر سکیل پر اس کی شدت 8.1 بتائی گئی تھی لیکن درحقیقت وہ 7.6 تھی۔ حالیہ زلزلہ بھی 7.6 شدت کا تھا۔ 2005ء میں بہت زیادہ جانی اور مالی نقصان اس لیے ہوا کیونکہ اُس زلزلے کا مرکز کشمیر ہی میں 15 کلومیٹر کی گہرائی پر تھا جبکہ اس مرتبہ مرکز افغانستان کے علاقے کوہ ہندوکش میں 212 کلومیٹر گہرا تھا۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ اسی شدت کا زلزلہ اگر جاپان میں آئے تو کوئی زیادہ فرق نہیں پڑتا؟

ایوب بیگ مرزا : جاپان میں سب سے زیادہ زلزلے آتے ہیں۔ وہ سائنسی لحاظ سے بھی ترقی یافتہ ملک ہے اور مادی وسائل کے لحاظ سے بھی بہتر ہے۔ وہاں کسی عمارت کو این او سی مل ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس کی تعمیر میں زلزلے کے بچاؤ کی تمام تدابیر نہ رکھی جائیں۔ اس حوالے سے انہوں نے بہت سے انتظامات کیے ہیں۔ چند دن پہلے امریکہ کی ایک ریاست میں طوفان آیا ہے۔ یہ اتنے شدید درجے کا تھا کہ طوفان کو detect کرنے والا آلہ ہی ٹوٹ گیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انتظامات نہیں کرنے چاہئیں۔ انسان اپنی عقل اور تمام مادی وسائل کو استعمال کرتے ہوئے پوری حفاظت کرے اور یہ سارا کچھ کرنے کے بعد یہ سمجھے کہ مجھے تحفظ اللہ نے دینا ہے۔

سوال : اگر ایسا طوفان یہاں آئے تو ہم اس کو بداعمالیوں کا نتیجہ اور مرنے والوں کو عذاب کا شکار قرار دیں گے؟

ایوب بیگ مرزا : ایسا نہیں ہے کہ وہاں اموات نہیں ہوتیں یا پراپرٹی تباہ نہیں ہوتی۔ وہاں تو مواصلات کے زبردست معاملات ہیں لیکن وہ بھی تباہ ہو جاتے ہیں۔ اصل میں دونوں چیزوں کو اکٹھا کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنی عقل اور وسائل کے مطابق اس کا سدباب کیا جائے اور پھر یہ سمجھا جائے کہ اللہ ہمیں بچائے گا۔

سوال : مغربی ممالک بے حیائی‘ سودخوری اور دوسرے بہت سے گناہوں میں ہم سے زیادہ ملوث ہیں لیکن آفات ہم پر ہی زیادہ نازل ہوتی ہیں۔ آخر کیوں؟

مومن محمود : اس سوال کا جواب دینے سے پہلے میں یہ کہوں گا کہ قدرتی آفات کے حوالے سے ہمارے مذہبی اور جدید طبقات کے درمیان یہ اختلاف رہتا ہے کہ آیا یہ گناہوں کا نتیجہ ہیں یا نہیں! اس ضمن میں اصل بات غور کرنے کی یہ ہے کہ تمام اسباب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اخلاقی قوانین کو فزیکل قوانین کے ساتھ جوڑا ہوا ہے۔ اگر اخلاقی فساد آئے گا تو فزیکل لاز میں بھی فساد پیدا ہو جائے گا۔ یہ ایک قاعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے جاری کر دیا ہے۔

آپ کے سوال کا جواب کئی اعتبارات سے دیا جا سکتا ہے۔ پہلا جواب وہی ہے جو صحیح حدیث سے ملتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میری امت مرحومہ امت ہے۔ اس پر آخرت میں عذاب نہیں ہے۔‘‘ امت مسلمہ کو ان کی بداعمالیوں کی سزا اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں دے دیتے ہیں۔ آخرت میں فرداً فرداً حساب ہوگا‘ اجتماعی طور پر نہیں۔ کفار کے لیے عذاب کی اصل جگہ بہرحال آخرت ہے۔ ان کے لیے اللہ نے اس دنیا کو دارجزا بنایا ہے۔ حساب کتاب ایمان کی بنیاد پر ہوگا۔ جہاں ایمان نہیں‘ وہاں حساب نہیں۔ دوسرا یہ کہ آفات کو صرف قدرتی آفات تک محدود نہیں کرنا چاہیے۔ دنیا کی پوری تاریخ میں اتنے لوگ نہیں مرے جتنے مغرب میں جنگ عظیم اوّل اور جنگ عظیم دوم کے دوران ہلاک ہوئے۔ پھر یہ کہ بعض آفات روحانی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر‘ خاندانی نظام کا بالکل ختم ہو جانا جس سے ایک انسان قلبی سکون سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جہاں سب سے زیادہ خوشحالی ہے وہاں خودکشی کی شرح بھی سب سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’اور جس نے میری یاد سے اعراض کیا تو یقیناً اس کے لیے ہوگی (دنیا کی) زندگی بہت تنگی والی۔‘‘

(طٰہٰ:124)

> اللہ تعالیٰ نے اخلاقی قوانین کو فزیکل قوانین کے ساتھ جوڑا ہوا ہے۔ اگر اخلاقی فساد آئے گا تو فزیکل لاز میں بھی فساد پیدا ہو جائے گا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا انسان کسی بھی طریقے سے اپنے آپ کو خوش کرنے کی کوشش کرے‘ اسے دلی سکون کبھی

حاصل نہیں ہو سکے گا۔ دل کے سکون کا عذاب یہ ہے کہ کسی شے میں قرار نہ آئے۔ یہ ایک بڑا عذاب ہے۔ خاندانی نظام کے قائم رہنے سے امت مسلمہ اس سے محفوظ ہے۔ اگر انسان کے دل سے اللہ کی محبت رخصت ہو جائے تو ایک خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ نفس کے اندر اسی خلا کو پُر کرنے کے لیے انسان ہر وقت اپنے آپ کو مشغول رکھتا ہے کہ اسے کبھی بھی تنہائی کی کیفیت حاصل نہ ہو پائے۔ آج کے انسان کو اگر ذرا سی تنہائی ملے تو اس کے وجود سے کئی سوالات نکل کر سامنے آ جاتے ہیں' جن کا وہ جواب نہیں دے سکتا۔ چنانچہ کبھی وہ مختلف قسم کے الیکٹرانک gadgets میں خود کو مشغول رکھتا ہے' کبھی محفلوں میں شریک ہو کر لوگوں کو اپنے اردگرد اکٹھا کرتا ہے لیکن اس کا باطنی خلا پُر نہیں ہو پاتا۔

ایوب بیگ مرزا: یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ایسا آدمی کبھی تنہائی نہیں چاہے گا۔ دراصل تنہائی بذات خود کوئی بری چیز نہیں ہے۔ ایک مردِ مومن بھی تنہائی کی خواہش رکھتا ہے۔ زیر بحث مسئلہ میں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ذہن کا عذاب جسم کے عذاب کی نسبت زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ اگر ہم نے دنیا چھوڑی ہے تو کون سا دین کو اختیار کر لیا ہے۔ ہمارا معاملہ تو یہ ہے کہ نہ دنیا کے ہیں نہ دین کے۔ اسی لیے ہم پر دونوں طرح کے عذاب آ رہے ہیں۔ دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں جبکہ اللہ کے چہیتے اور پسندیدہ بھی نہیں رہے۔ مغرب نے اپنی ایک آنکھ بند کر لی ہے۔ ان کی ساری توجہ اپنی دنیا کو بہتر بنانے پر ہے۔ اللہ کی سنت یہ ہے کہ جو کوئی جس طرف بڑھتا ہے وہ اسے اس طرف بڑھنے دیتا ہے۔ لہٰذا اللہ ان کی دنیوی ترقی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر رہا۔ چونکہ ان کی دوسری آنکھ بند ہے تو ان کا وہ دروازہ بند کر دیا گیا۔

ٹیکنالوجی میں ترقی کرنے کی وجہ سے مغرب نے اپنے آپ کو مختلف آفات سے بچانے کی پوری کوشش کی ہے' جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ البتہ اب عذابوں کا رُخ اور بن گیا ہے جن پر وہ قابو نہیں پا سکے۔ مثلاً مغربی ممالک میں اس وقت پیدائش کی شرح بہت کم ہو گئی ہے۔ اگر مسلمانوں پر اموات کا عذاب ہے تو مغرب پر پیدائش کا عذاب ہے۔ اس وقت مغرب میں بوڑھے اور کچھ بچے ہیں' جوان غائب ہیں جبکہ پاکستان میں درمیانے درجے کی عمر کا آدمی بہت زیادہ ملے گا۔ چین میں یہ مسئلہ پیدا ہو گیا ہے کہ لڑکے ہی پیدا ہو رہے ہیں' لڑکیاں پیدا نہیں ہو رہیں۔ ایسے ہی وہاں ایک حیران کن اور شرم ناک تجویز رکھی گئی ہے کہ قانونی طور پر مشترکہ بیوی کی اجازت دی جائے۔ کیا یہ عذاب کی ایک قسم نہیں ہے؟ کیا ایسا تصور کیا جا سکتا ہے کہ مشترکہ بیوی ہو اور خاندان میں خوشحالی آئے؟ دوسری جانب' یہ بات پوری طرح صحیح نہیں ہے کہ ان کے علاقوں میں زلزلے' سیلاب یا دوسری قدرتی آفات نہیں آتیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ انہوں نے سائنسی ترقی کی وجہ سے ان عذابوں سے ہونے والے نقصانات میں کمی کی کامیاب کوشش کی ہے۔ وہاں خودکشی اور طلاق کا تناسب بہت زیادہ ہے۔ اس کے اسباب میں اضطراب اور بے چینی کا بڑا حصہ ہے۔ یہ بھی عذاب ہی کی صورتیں ہیں۔ اسی طرح وہاں رات کو نیند کا مسئلہ بھی بہت بڑا ہے۔ اندرونی بے چینی اور بے تابی انہیں سونے نہیں دیتی۔

سوال: ایسے حالات میں ایک بندۂ مومن کو دنیوی اور دینی دونوں لحاظ سے کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

> عذابوں کو صرف قدرتی آفات تک محدود نہیں کرنا چاہیے۔ دنیا کی پوری تاریخ میں اتنے لوگ نہیں مرے جتنے مغرب میں جنگ عظیم اوّل اور جنگ عظیم دوم کے دوران ہلاک ہوئے۔ پھر یہ کہ بعض آفات روحانی نوعیت کی بھی ہوتی ہیں۔

مومن محمود: دنیوی اعتبار سے تو حضرت عمرؓ کے ایک قول کے ذریعے وضاحت ہو جائے گی۔ حضرت عمرؓ شام کی طرف جا رہے تھے کہ خبر ملی وہاں طاعون ہے۔ وہ راستے سے واپس ہونے لگے تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کہنے لگے کہ کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ہم اللہ کی تقدیر سے نکل کر اللہ ہی کی تقدیر کی طرف جا رہے ہیں۔ علماء اسے اللہ کی تقدیر کو اللہ کی تقدیر سے دفع کرنا کہتے ہیں۔ یہ آفات بھی اللہ کی تقدیر ہے۔ اس کو دور کرنے کے لیے اللہ ہی کی تقدیر یعنی جو صلاحیت اللہ نے انسان کو دی ہے' اس کے تحت مختلف انتظامات اور اقدامات کرنا دنیوی اعتبار سے واجب ہے۔ دوسرا یہ کہ جب کوئی پریشانی' آزمائش یا آفت آ جائے تو کسی علمی بحث میں مبتلا ہو جانے کے بجائے اصل طرزِ عمل یہ ہونا چاہیے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر جائے۔ اللہ کے سامنے روئے' گڑگڑائے اور استغفار کرے۔

ایوب بیگ مرزا: ہم نے اگرچہ اپنے لیے دونوں دروازے بند کیے ہوئے ہیں لیکن ایک اعتبار سے یہ مکمل طور پر بند بھی نہیں ہیں۔ جب یہاں کوئی طوفان یا زلزلہ آتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف رجوع کرو اور وہ لوگ بھی جنہوں نے کبھی نماز نہ پڑھی ہو' زلزلے کی صورت میں وہ بلڈنگ سے باہر نکل کر کلمہ پڑھنے لگتے ہیں۔ اس حوالے سے ہم پر ابھی بھی اللہ کی یہ رحمت ہے کہ چاہے کتنا بھی گیا گزرا مسلمان ہو' اس مصیبت میں اس کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہوتا ہے۔ اس کی نسبت مغرب پر اللہ کا یہ غضب ہے کہ انہیں کسی بھی صورت حال میں اللہ یاد نہیں آتا۔

مومن محمود: ایک طرزِ عمل یہ ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کیا جائے' اور ایک یہ ہے کہ مستقبل کی پیش بندی بھی کی جائے۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور اللہ ان کو عذاب دینے والا نہیں تھا جب کہ وہ استغفار بھی کر رہے تھے۔'' (الانفال:33)

سیدنا ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دو طرح کی امان فراہم کی تھی۔ ایک امان اللہ کے نبیﷺ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ختم ہو چکی ہے جبکہ دوسری امان جو قیامت تک باقی ہے' وہ استغفار ہے۔ استغفار صرف زبان سے توبہ کرنے کا نام نہیں بلکہ اس کی شرائط میں یہ بھی ہے کہ انسان کو اپنے گناہوں کا شعور ہو' ان سے توبہ کی جائے اور مستقبل میں نہ کرنے کا عزم ہو۔

ایوب بیگ مرزا: لوگ انفرادی استغفار سے تو واقف ہیں' اجتماعی استغفار بھی ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم نے ایک خطۂ زمین اللہ سے اس وعدے کی بنیاد پر لیا تھا کہ یہاں تیرا دین نافذ کریں گے۔ اس حوالے سے جو بھی پیش رفت اب تک ہوئی' وہ سب کے سامنے ہے۔ سوائے شرمندگی کے ہمارے دامن میں کچھ نہیں۔ ہمارا اجتماعی استغفار یہ ہو کہ ہم پاکستان میں اسلام کا عملی نفاذ کر کے اس ملک کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی فلاحی ریاست بنائیں!

☆☆☆

اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ''خلافت فورم'' کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔

وزیراعظم اور وزیر خزانہ کا سودی معیشت کے حوالہ سے مسجد نبوی میں کیا جانے والا ایک عہد

انصار عباسی
ansar.abbasi@thenews.com.pk

2013ء میں رمضان مبارک کے تیسرے عشرے کے دوران وزیر اعظم نواز شریف، وزیر خزانہ اسحاق ڈار اور موجودہ ڈپٹی گورنر اسٹیٹ بنک آف پاکستان سعید احمد مسجد نبوی میں موجود تھے۔ اُن کا موضوع بحث پاکستان میں سودی نظام کا خاتمہ تھا۔ اُس وقت سعید احمد صاحب برطانیہ ہی میں مقیم تھے۔ وزیر اعظم اور وزیر خزانہ سعید احمد کو اُن کی بین الاقوامی اسلامی بنکنگ کے تجربہ کی بنیاد پر پاکستان میں آنے اور سودی نظام کے خاتمہ کے لیے کردار ادا کرنے کی دعوت دے رہے تھے۔ اس پر سعید احمد صاحب بخوشی راضی ہوئے اور تینوں اس یقین کے ساتھ وہاں سے اُٹھے کہ ان شاء اللہ پاکستان میں معیشت اور بنکنگ سسٹم کو سود کی لعنت سے پاک کیا جائے گا۔

اس کے کچھ عرصہ کے بعد سعید احمد صاحب کو اسٹیٹ بنک کا ڈپٹی گورنر تعینات کر دیا گیا۔ سعید صاحب نے اس نیک مقصد کے لیے مفتی تقی عثمانی صاحب کو اسٹیٹ بنک کے شریعت بورڈ کا چیئرمین بھی بنا دیا۔ اس بات کو اب تقریباً دو سال سے اوپر گزر چکے لیکن جس منزل کا تعین مسجد نبوی میں بیٹھ کر کیا گیا تھا اُس کی تکمیل کی کہیں دور دور تک کوئی جھلک نظر نہیں آتی۔ مجھے نہیں معلوم کہ سعید احمد صاحب اور محترم تقی عثمانی صاحب کا اسٹیٹ بنک میں کتنا اثر ہے اور اُن کو سنا بھی جا رہا ہے کہ نہیں لیکن گزشتہ ہفتہ مجھے اسٹیٹ بنک کے وکیل کو وفاقی شرعی عدالت میں رباء کے کیس میں بحث کرتے سننے کا موقع ملا، جو میرے لیے انتہائی مایوس کن تجربہ تھا۔

میرا تو یہ خیال تھا کہ اب نواز شریف صاحب 1992ء میں سودی نظام کے خلاف شرعی عدالت کے فیصلہ کو چیلنج کرنے کے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرتے ہوئے اسلامی معاشی نظام کے نفاذ کی بات کریں گے، لیکن اسٹیٹ بنک کے وکیل نے تو صاف صاف کہہ دیا کہ موجودہ سودی نظام کا کوئی فوری متبادل موجود نہیں۔ چلیں فوری نہیں تو کم از کم یہ وعدہ کر لیں کہ دو تین سال کے عرصہ میں ہی پاکستان کو سود کی لعنت سے پاک کر دیا جائے گا لیکن وفاقی شرعی عدالت کے سامنے بحث ہی کچھ اس انداز میں کی جا رہی تھی جیسے اسٹیٹ بنک اور حکومت یہ سمجھتے ہیں کہ سودی نظام معیشت کے بغیر ہمارا کوئی چارہ ہی نہیں۔ اسٹیٹ بنک کے وکیل عدالت سے بار بار درخواست کر رہے تھے کہ اگر کوئی متبادل نظام ہے تو عدالت تجویز کرے۔ شرعی عدالت کے ایک جج صاحب نے وکیل صاحب سے پوچھا کہ گزشتہ پندرہ بیس سالوں میں حکومت اور اسٹیٹ بنک نے متبادل نظام کے لیے کیا کام کیا، ذرا وہ تو مہربانی کر کے بتا دیجیے، جس کا کوئی جواب نہ ملا۔ میں تو عدالت اس امید کے ساتھ گیا تھا کہ حکومت اور اسٹیٹ بنک کی طرف سے سود کے خاتمہ کی تاریخ دی جائے گی لیکن وہاں تو کہا گیا کہ پاکستان دنیا سے کٹ کر آہنی پردے کے پیچھے زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہاں تو چین، امریکا سمیت دنیا میں سودی نظام معیشت کے فائدے گنوائے جا رہے تھے۔ وہاں تو اسلامی بنکنگ اور سکوک (اسلامی بانڈز) کے متعلق سوال اٹھائے جا رہے تھے۔ وہاں تو سعودی عرب اور ایران کی مثالیں دے کر بھی بتایا گیا کہ سود سے پاک اسلامی نظام تو کہیں نافذ نہیں۔ ایک جج صاحب نے کہیں اسلامی معاشی ماڈل کی بات کی تو اسٹیٹ بنک کے وکیل صاحب نے کہا کہ وہ اپنی تفصیلی بحث میں ثابت کریں گے کہ کسی ملک میں بھی سود سے پاک اسلامی معاشی نظام نافذ نہیں۔ شرعی عدالت کے جج صاحبان سے کہا گیا کہ اسلامی شریعت کی اہمیت اپنی جگہ اور اُس پر سب کا اتفاق بھی اپنی جگہ لیکن معیشت کی اپنی اہمیت ہے اور اُسے رباء سے متعلق فیصلہ دیتے وقت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ وہاں یہ بھی اشارہ دیا گیا کہ بنک کا منافع (interest) اور رباء دو مختلف چیزیں ہیں جس پر عدالت میں بعد میں بات کی جائے گی۔

باتیں تو اور بھی بہت کی گئیں لیکن سننے والوں کے لیے ایک پیغام بڑا واضح کر دیا گیا کہ سود بے شک ایک لعنت ہو مگر اس سے چھٹکارا ممکن نہیں۔ معاشی پالیسیاں حکومت اور اسٹیٹ بنک بنائے لیکن جب سود کے خاتمہ کی بات آتی ہے تو وفاقی شرعی عدالت کے چار جج صاحبان کو کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ متبادل نظام تجویز کریں۔ وفاقی شرعی عدالت کے پاس تو اتنا وقت نہیں کہ اس اہم ترین کیس کا فیصلہ کرے۔ بچاری عدالت تو گزشتہ تیرہ چودہ سال سے اس کیس کو لے کر ہی بیٹھ گئی ہے۔ اس پر فیصلہ کب ہوگا، کسی کو معلوم نہیں۔ کیا یہ آئندہ دس سال میں بھی ممکن ہوگا، مجھے تو یہ بھی یقین نہیں۔ اہم ترین سوال یہ ہے آیا ہماری نیت ہے کہ ہم سود کی لعنت سے پاکستان کو پاک کر دیں؟ اگر اس کا جواب ہاں میں ہے تو میرا سوال وزیر اعظم نواز شریف اور وزیر خزانہ اسحاق ڈار سے یہ ہے کہ گزشتہ ڈھائی سالوں میں اُنہوں نے متبادل نظام کے قیام کے لیے کتنی میٹنگز کیں، کتنی بار اس مسئلہ کو کابینہ میں اٹھایا گیا، دنیا کے کون کون سے ماہرین اسلامی معیشت کو بلا کر اُن سے مشورہ کیا گیا، کتنی پارلیمانی کمیٹیاں اور فوکل گروپس بنائے گئے۔ کاش شرعی عدالت ہی اس سوال کا جواب حکومت سے مانگ لے تو سب واضح ہو جائے گا۔ اگر نیت صاف ہے تو وزیر اعظم صاحب اسحاق ڈار اور سیکرٹری خزانہ ڈاکٹر وقار مسعود کو بلا کر آج بھی کہہ دیں کہ مجھے چھ ماہ میں سود کا متبادل نظام چاہیے تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ یاد رہے کہ موجودہ سیکرٹری خزانہ نے سود کے خاتمہ اور رباء کے خلاف سات دن تک سپریم کورٹ کے سامنے دلائل دیے تھے۔ اگر مدینہ منورہ میں بیٹھ کر سود کے خاتمہ کا عہد کرنے والے وزیر اعظم، وزیر خزانہ اور ڈپٹی گورنر اسٹیٹ بنک، موجودہ سیکرٹری خزانہ کی موجودگی میں بھی پاکستان کی معیشت اور بنکاری کو سود سے پاک نظام نہیں دے سکتے تو پھر کسی دوسرے سے کیا اُمید کی جا سکتی ہے!

☆☆☆

معیشت پر سود کے اثرات!

محمد عمر عباسی

"میں بینک کے تحقیقی شعبے کے کام کو ذاتی طور پر باریک بینی سے دیکھوں گا کہ وہ بینکنگ کا ایسا نظام وضع کرے جو اسلام کے معاشرتی اور معاشی نظامِ زندگی سے ہم آہنگ ہو۔ مغرب کے معاشی نظامِ زندگی نے انسانیت کے لیے لاینحل مسائل پیدا کیے ہیں۔" یہ الفاظ قائداعظم محمد علی جناح کے ہیں، جو انہوں نے یکم جولائی 1948ء کو اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی افتتاحی تقریب کے موقع پر ارشاد فرمائے۔ آئینِ پاکستان کی شق نمبر 38 (ایف) کہتی ہے کہ حکومت جتنا جلدی ممکن ہو سکے، سود ختم کرے گی۔ سود سے متعلق اللہ تعالیٰ کے انتہائی سخت وعید پر مبنی ارشادات اور آئینِ پاکستان کی رو سے وطنِ عزیز سے سود کا خاتمہ ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی سود کے خلاف مختلف محاذوں پر جدوجہد جاری ہوگئی تھی۔

اکتوبر 1991ء میں وفاقی شرعی عدالت نے سود کے خلاف 157 صفحات پر مشتمل تاریخ ساز فیصلہ تحریر کیا، جس کے تحت 30 جون 1992ء سے بینک کے سود کو حرام قرار دے دیا گیا۔ اس وقت نواز شریف وزارتِ عظمیٰ کی کرسی پر براجمان تھے۔ ان کی حکومت سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو سپریم کورٹ آف پاکستان لے گئی۔ نواز حکومت کا موقف تھا کہ سودی معاملات کے بغیر نظامِ حکومت چلانا ناممکن ہے۔ سپریم کورٹ نے حکم امتناع جاری کر دیا۔ بعدازاں بہت سارے حضرات نے اس حساس مسئلے میں سپریم کورٹ کی طرف رجوع کیا۔ ان میں سے ایک حافظ عاکف سعید بھی تھے۔ چند دن قبل سپریم کورٹ کے جج (جو اب ریٹائر ہو چکے ہیں) محترم جسٹس سرمد جلال عثمانی نے سپریم کورٹ میں سود کے خلاف حافظ عاکف سعید کی رٹ کو مسترد کر دیا۔ جسٹس عثمانی نے سپریم کورٹ کے جج کے طور پر فرمایا کہ سود کو ختم کرانا سپریم کورٹ کی ذمہ داری نہیں۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ ہم سپریم کورٹ کے باہر مدرسہ کھول کر سود کے خلاف درس نہیں دے سکتے۔ جو سود نہیں لینا چاہتے وہ نہ لیں اور جو لے رہے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا۔ سود کے خلاف قرآن مجید کی متعدد آیات، حضور ﷺ کی درجنوں احادیث، قائداعظم کے فرمودات اور آئینِ پاکستان اس بات کے لیے کافی ہیں کہ ملکی معیشت کو اس ناسور سے جلد از جلد پاک کر دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ سود ایک مہلک وبا ہے۔ معاشی نظام میں اس کی حیثیت کینسر جیسی ہے۔ جس طرح کینسر کا مرض موت تک پیچھا نہیں چھوڑتا، اسی طرح سود بھی اقتصادی نظام کو تباہی کے آخری دہانے پر لا کھڑا کرتا ہے۔ عقل اور فطرتِ سلیمہ کا حامل کوئی بھی شخص سود کی تباہ کاریوں سے صرفِ نظر نہیں کر سکتا۔ یہ ہر زاویے سے انسانیت کے لیے سخت خطرناک ہے۔ آیئے! معیشت پر اس ناسور کے بعض اثرات جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

سود کی وجہ سے اشیا کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ دنیا کے بڑے اور پریشان کن مسائل میں سے ایک ہے۔ کاروباری حضرات کو بزنس کے لیے سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب یہ حضرات سود پر قرضہ لیتے ہیں تو سود کی رقم اخراجات میں جمع کر کے اپنی پروڈکٹس کے ریٹ بڑھا دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بازار میں موجود دیگر چیزوں کے ریٹ بھی بڑھ جاتے ہیں۔ شرحِ سود میں جس قدر اضافہ ہوتا ہے، مہنگائی بھی اسی نسبت سے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ذاتی کاروبار میں سرمایے کے ساتھ جسمانی اور ذہنی مشقت بھی اٹھانا پڑتی ہے۔ سود کے خوگر خود تگ و دو سے جان چھڑاتے ہوئے اپنا سرمایہ سودی معاملات میں لگا دیتے ہیں۔ نتیجتاً کاروباری سرگرمیاں محدود ہو جاتی ہیں جبکہ غربت اور بے روزگاری بڑھ جاتی ہے۔ غریب لوگوں کے لیے دو وقت کی روٹی کا حصول بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ صورت حال بسا اوقات فاقوں سے شروع ہو کر خودکشیوں تک جا پہنچتی ہے۔ غربت ان مسائل میں سے ہے جنہیں بین الاقوامی سطح پر زبردست اہمیت حاصل ہے۔ اس کے لیے ملکی اور عالمی سطح پر مختلف سیمینار منعقد کیے جاتے ہیں۔ ان مواقع پر غربت کے اسباب پر گرما گرم تقریریں اور مباحثے ہوتے ہیں اور اس کی روک تھام کے لیے مختلف تجاویز دی جاتی ہیں لیکن افسوس کہ اس کے حقیقی سبب، یعنی سود کے خاتمے پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔

سودی چلن کی وجہ سے نفع مند کاروباری سرگرمیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ عام کاروبار کے لیے ذہنی اور جسمانی مشقت کے ساتھ متوقع نقصان کا رسک بھی مول لینا پڑتا ہے۔ اس کے مقابلے میں سودی معاملات میں بغیر مشقت معین سود ملتا ہے۔ یوں دین اور خدا ترسی سے عاری سرمایہ دار سودی معاملات کو کاروبار پر ترجیح دینے لگتا ہے۔ یہ سوچ عام معاشرے کے لیے سخت نقصان دہ ثابت ہوتی۔ امام رازی فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام فرمایا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سود کاروباری سرگرمیوں کے خاتمے کا سبب بنتا ہے، کیونکہ بغیر تگ و دو جب متعین مقدار میں سود ملتا ہے تو سرمایہ دار کے دل سے محنت کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ کاروبار سے جی چرانے لگتا ہے۔"

انسانی وسائل معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ سودی نظام کی وجہ سے یہ وسائل معطل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ محنت، مشقت اور نقصان کا رسک اٹھائے بغیر بے کار رہ کر کھانے کا جذبہ انسانی صلاحیتوں کو زنگ آلود کر دیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آدمی سست، کاہل اور آرام پسند بن جاتا ہے۔ احسان دانش نے کہا تھا:

زندگی یکسر محرک ہے، سکوں ہے یکسر موت
کچھ نہ کچھ اے نوجوانانِ وطن کرتے رہو

یہ سلسلہ صرف سود خور تک محدود نہیں رہتا بلکہ معاشرے کے ان افراد کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے جو معاشی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لینا چاہتے ہیں، لیکن سود آلود سسٹم انہیں ایسا کرنے نہیں دیتا۔ چھوٹے بزنس مین اور فیکٹری مالکان جب ایک بار قرضوں تلے دب جاتے ہیں تو ان سے واپس نکل نہیں پاتے۔ سرمایہ دار بلند شرحِ سود کے بغیر سرمایہ فراہم کرنے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ یوں چھوٹے بزنس مین اور فیکٹری مالکان صلاحیت، جذبے اور خواہش کے باوجود معاشی جدوجہد میں حصہ لینے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ دولت کے چند ہاتھوں میں سکڑ جانے سے معاشی نظام تباہ ہو جاتا ہے۔ سودی نظام میں سرمایہ کار ایسے مواقع کی تلاش میں رہتا ہے جہاں سے متعین مقدار میں سود ملتا رہے۔ وہ اس کے علاوہ دیگر کاروباری سرگرمیوں میں پیسہ لگانے کے بجائے سرمایہ اپنے پاس روک کر رکھتا ہے۔ یہ صورت حال معاشی لحاظ

سے سخت خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔

شروع میں آسانی سے سود پر رقم مل جاتی ہے۔ عموماً ایسی صورت حال میں انسان کا دل بے مہار اور خواہشات بے حساب ہو جاتی ہیں۔ کچھ ناعاقبت اندیش اس ''آفر'' کو غنیمت جانتے ہوئے الٹے تللوں میں خوب پیسہ اڑاتے ہیں۔ جب ادائیگی کا وقت آتا ہے تو ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں اور کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔

سودی معاملات سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکام اور حضور ﷺ کے ارشادات کافی ہیں۔ ہر سچے مسلمان کو ان کے سامنے آنکھیں بند کر کے سر تسلیم خم کر دینا چاہیے۔ سود کے معاشی نقصان کا جائزہ لینے کا مقصد یہ ہے کہ انہیں پڑھ کر بطور مسلمان ہم میں سے ہر ایک کا ایمان مزید پختہ اور عمل کا جذبہ خوب توانا ہو جائے۔ مزید یہ کہ سود کی نفرت دل کی گہرائی میں اتر جائے تا کہ اسے زندگی کے تمام شعبوں سے نکال پھینکا جاسکے۔

☆☆☆

بقیہ : اسلامی بینکاری

مسلک منافع کے حقدار بن جاتے ہیں۔ اس حقیقت کا ادراک ضروری ہے کہ مدت کے اختتام پر سکوک قابل وصول قرضے بن جاتے ہیں اور لیز کی مدت بھی ختم ہو جاتی ہے چنانچہ اسلامی بینکوں کو ملنے والا منافع دراصل سود ہی ہے جبکہ کھاتے دار جو رقوم اسلامی بینکوں میں جمع کراتے ہیں وہ سودی بینکوں تک پہنچ جاتی ہے۔ یہی نہیں، اسلامی بینک سود کی آمدنی کو منافع کے نام پر کھاتے داروں میں بھی تقسیم کر دیتے ہیں۔ اسلامی بینکوں کے شریعہ بورڈز کو اس پروڈکٹ کے نکات کا شرعی اصولوں کی روشنی میں جائزہ لینا ہوگا۔ ہم گورنر اسٹیٹ بینک اور اسٹیٹ بینک کے شریعہ بورڈ کے چیئرمین سے بھی دردمندانہ درخواست کریں گے کہ وہ اس پروڈکٹ کی تفصیلات کو مشتہر کر کے دیگر علماء مسلم ماہرین معیشت وبینکاری، ماہرین قانون اور چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ سے آراء طلب کریں۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے گزشتہ 13 برسوں سے مروجہ متوازی نظام بینکاری، اسلامی بینکاری کا شرعی مقاصد پورے نہ کرنا، اس میں سود سرایت کرتے چلے جانے اور سودی نظام کو ملک میں دوام حاصل ہو جانے کے ضمن میں مکمل خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔ اسٹیٹ بینک کے شریعہ بورڈ کی بھی یہ مذہبی، اخلاقی اور قانونی ذمہ داری ہے کہ وہ قوم کو یہ بتلائے کہ ملک میں گزشتہ 13 برسوں سے نافذ متوازی نظام بینکاری غیر اسلامی ہے۔

کار تریاقی

سامنے ڈھیر ہیں ٹوٹے ہوئے پیمانوں کے

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پاکستان دس سال بعد ایک مرتبہ پھر یوں ہلا مارا گیا کہ انسان بے اختیار پکار اٹھے۔ **وقال الانسان مالها** ''اور انسان کہے گا یہ اسے کیا ہو رہا ہے۔'' (الزلزال) ''جس روز ہلا مارے گا زلزلے کا جھٹکا اور اس کے پیچھے پڑے گا ایک اور جھٹکا۔ کچھ دل ہوں گے جو اس روز خوف سے کانپ رہے ہوں گے، نگاہیں ان کی سہمی ہوں گی'' (النازعات:9-6) زلزلہ قرآن وحدیث میں مذکور قیامت کے سارے احوال لحہ بھر میں دکھا دیتا ہے۔ پہاڑوں کا سرکنا، ان میں شگاف پڑنا، اس سے اڑتی دھول سے آسمان دھواں دھواں دکھائی دینا، زمین سے کھڑکھڑا ڈالنے والی آوازوں کا ظہور (القارعہ۔ الزلزال۔ الدخان) ہر شخص کا دیوانہ وار سر اٹھائے دوڑ پڑنا، نفسانفسی، اپنی ہی جان بچالے جانے کا غم۔ ہوش مارے جانا۔ سنبھلنے کی ذرا مہلت نہ ملنا۔ یوں دھر لیے جانا کہ نہ وصیت کر سکیں نہ پلٹ سکیں۔ (یٰس) ایک سخت دھماکے نے ان کو دھر لیا اور وہ اپنی بستیوں میں اس طرح بے حس وحرکت پڑے کے پڑے رہ گئے گویا وہ کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے۔ (ہود:68) زلزلے کے بعد سوشل میڈیا، ٹیلی ویژنی دانشور، کالم نگار بساط بھر تبصرے فرمانے لگے۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست! میڈیا چونکہ سیکولر ہے اس لیے المیہ دھنوں کے بیچ خبریں اور سائنسی تجزیوں کی بھرمار تھی۔ اس دور کا خدا سائنس ہے، اگرچہ یہ خدا نہ پہلے خبر دیتا ہے۔ خبر دیتی تھیں جن کو، بجلیاں، وہ پہلے جھٹکے تک بے خبر نکلے! ساری مشینیں منہ تکتی ہیں۔ بعد از خرابیٔ بسیار صرف یہ اطلاع دیتی ہیں کہ سکیل پر درجہ 8.1 تھا۔ مرکز کوہ ہندوکش میں زیر زمین 193 کلومیٹر گہرائی میں تھا۔ سائنسی وجوہات بتادے گا۔ بچنے کے لیے کیا کریں؟ کھلی جگہوں پر چلے جائیں۔ اگر زمین شق ہو جائے تو کیا کریں؟ اگر بارش، آندھی، سردی ہو تو کیا کریں؟ چھتری چادر لے لیں یا خیمہ زن ہو جائیں۔ سائنس مومن کا خدا نہیں، اس کی سواری ہے جسے وہ **سبحان الذی سخر لنا هذا** پڑھ کر استعمال میں لاتا ہے۔ ہتھیار ہے جسے باذن اللہ استعمال کرتا ہے، اعصاب پر سوار نہیں کرتا۔ نہ اس سے منہ موڑتا، رد کرتا ہے نہ اسے خدا بنا کر پوجتا ہے۔ یہ اس کے خالق کی تخلیقات اور اس میں کارفرما اصول وضوابط کا علم ہے بس۔

مشرق سے ہو بے زار نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کی سحر کر!

الحمدللہ ہم سائنسی ہیضے سے مامون ہیں۔ ہماری سائنس جو تعلیم کے 10 سالوں میں جزوی اور مزید 8 سالوں میں لگ کر پڑھی اس میں رب ہی کی کارفرمائی ہر جا نظر آئی۔ قرآن بعد ازاں نصیب ہوا۔ (لارڈ میکالے کے نصابوں اور تعلیم نے طالب علموں کو قرآن اور اسلام سے سخت ترین شرعی پردہ کروایا۔ مکمل بے خدا، ڈارونی سائنس پڑھائی) نبی ﷺ، خلفائے راشدین، سنہری تاریخ سپین تا خلافت عثمانیہ (1924ء تک) پڑھی تو کہیں جا کر مغرب کی فکری غلامی سے رہائی نصیب ہوئی۔ دکھ یہ ہے کہ ہم قرآن، اسلام کے حوالے سے معذرت خواہی کے اس ہولناک ذہنی خلل میں مبتلا ہیں کہ ایسے مواقع پر توازن سے زلزلہ، اس کے مادی وروحانی اسباب وعلل پر بات کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ زلزلے پر ساری ارضیاتی، موسمیاتی کہانیاں سننا اور سنانا تو علمی فیشن اور باخبری کی علامت ہے۔ ساتھ ساتھ مولوی کو چپ کروانا، لگے ہاتھوں کروڑویں مرتبہ اس کی چھترول کرنا بھی فرض عین سمجھتے ہیں۔ انگریزی میڈیا تو گورے فرنگی کی فکر کا بجا طور پر علمبردار بھی ہے۔ سو معاصر انگریزی اخبار میں چودھری امریکہ کے نام سے لکھنے والی ایک خاتون (نام اگرچہ مسلمان ہے) نے فوراً تبصرہ فرماتے ہوئے طنزاً سرخی جمائی۔ زلزلہ خدائی سزا ہے اور دیگر Absurdities۔ خدائی سزا یا عذاب الٰہی کے لیے استعمال کردہ اس لفظ کو لغت سے معنی دیکھیے۔ اوٹ پٹانگ، بے وقوفی، نہایت

نامعقول، احمقانہ، لغو، بعیدالقیاس۔ قرآن میں تسلسل سے مذکور عذاب الٰہی کے ضمن میں (سورۃ ہود، القمر) اللہ کی سنت کے بالمقابل ایمان فروشی اور ایمان سوزی کے اس مظاہرے پر فتویٰ ہمارے دائرہ کار سے باہر ہے۔ تاہم اقبالؒ نے مغرب پرستوں، عقل عیار اور کفر کے غلاموں بارے جو کچھ لکھا ہے وہ قطار اندر قطار بہت کچھ کہہ رہا ہے اس طبقے بارے!

نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق ان کو
آنکھ جن کی ہوئی محکومی و تقلید سے کور!
شستہ رو، تاریک جاں، روشن دماغ
اور
دماغ روشن و دل تیرہ و نگہ بے باک!
خرد کی تنگ دامانی سے فریاد،
نگہ کی نامسلمانی سے فریاد!

غلامان مغرب، اس علم پر نازاں ہیں جو نہ ازل کا پتہ دیتا ہے نہ ابد کا۔ ستر اسی سالہ زندگی کی جولانیاں اور بس یہی مبلغ علم جو قبل از پیدائش اور بعد از موت بارے گنگ ہے۔ اول تو دنیا میں سگے باپ کا نام نہیں جانتا (مغرب)۔ زندگی کی ابتداء سے بھی لاعلم ہے۔ پوچھو تو جنگلوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا وہاں سے خوخیاتے بندر کو باپ چچا سمجھ کر نکال لاتا ہے! اسی لیے ان کی ابتدائی تعلیم کے سارے ابواب جانوروں کی دنیا سے متعلق ہیں۔ سو جہالت کے منہ کیا لگنا۔ **قالو اسلاماً** (کہہ دیتے ہیں تم کو سلام)۔ ہاں تو جناب اسباب تو موجود ہیں لیکن ہمارا خدا مسبب الاسباب ہے۔ پلیٹیں ہی ہلتی ہیں۔ گلوبل وارمنگ ہی ہوتی ہے۔ فالٹ لائن ہی پر بیٹھے ہیں۔ خبر یہ بھی تھی بالخصوص کہ وزیراعظم ہاؤس، ایوانِ صدر فالٹ لائن پر واقع ہیں! (ڈر کے مارے آرمی ہاؤس کا ذکر حذف کر دیا!) باتیں سب درست ہیں۔ لیکن ان اسباب کا مالک اللہ رب العالمین ہے! سائنس اللہ کے آگے ہاتھ باندھے کھڑی ہے۔ جو ابراہیمؑ پر آگ کو گلزار بناتی ہے۔ قدموں تلے زمزم بہاتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو سمندر پار کرواتی، فرعون کو غرق کرتی ہے۔ عصاء کو اژدہا بناتی ہے۔ بڑھاپے میں بانجھ بیوی سے اسحٰق اور یحییٰ سے نوازتی ہے! جو اس کم ظرف انسان کو جب وہ اپنی اوقات زیادہ ہی بھولنے لگے تو جھولے دے دیا کرتا ہے!

اے سرِ خاک فنا رینگنے والے کیڑے
یہ جو مستی ہے تجھے ہستی کی
اپنی دہشت سے بھری بستی کی
اس بلندی سے کبھی آن کے دیکھے تو کھلے
کیسی حالت ہے تیری پستی کی

اور پھر اس کی طرف دیکھ کہ جو ہے زمانوں کا، جہانوں کا، خدا۔۔۔ خالق ارض و سماء حی و صمد۔۔۔ جس کی رفعت کا ٹھکانہ ہے نہ حد اور پھر سوچ اگر وہ بھی دیکھے تجھے! سو اس نے صرف 20 سیکنڈ ہماری خود فراموشی کو دیکھا اور ہماری دنیا اتھل پتھل ہوگئی۔

اصطلاحات ساری درست ہیں۔ فالٹ لائن (خطاؤں کی لکیر!) پر جم کے بیٹھے، صراط مستقیم چھوڑے پندرہ سال ہوگئے۔ اکتوبر کا مہینہ اس قوم پر بھاری ہے۔ 7 اکتوبر 2001ء میں ہم نے ایک فیصلہ کرکے پاکستان کا قبلہ بدلا تھا۔ سودا کیا تھا۔ 47ء کے شہدائے ہجرت کا خون بیچا۔ اللہ سے کیا عہد (پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ) امریکہ کے ہاتھ بیچا۔ ڈالروں کے عوض کفر سے اتحاد کیا۔ اپنے بڑوں کے خواب بیچے۔ پاکستان کی سڑکیں، زمین، عوام، دریا، وسائل بیچے۔ ہوائی اڈے ہمارے اور جہاز امریکہ کے اڑ کر برادر افغانستان اور امارت اسلامیہ کو ریزہ ریزہ کرتے رہے۔ اپنی ہوائیں، فضائیں کفر کے ڈرون اور بمباروں کے ہاتھ بیچیں۔ 8 اکتوبر 2005ء میں زلزلے میں ایک لاکھ جان سے گئے۔ پھر بھی ہم ان کے سارے فرمائشی پروگرام پورے کرتے رہے۔ اس مقام کو پایا کہ وہ ناساں سڑا متکبر امریکہ بھی عش عش کر اٹھا۔ ہم نے اپنے جنود امریکہ کے قبضے میں دے دیے۔ آخر کیوں پے در پے سارے فوجی و سویلین حکام اعلیٰ کے وفود امریکہ کو جواب دہی رسلامی پیش کرنے جاتے ہیں؟ ظلم اور خیانت، بدعنوانی، بدکاری، عریانی فحاشی، لاپتگان سے بھرے حراستی مراکز، تمام اہل ایمان، اہل اسلام توپوں کے دہانوں پر، ڈٹ کر سود پر اللہ رسول ﷺ کے اعلان جنگ کے علی الرغم بے خوف رویے، شان رسالت ﷺ پر سمجھوتہ کرنے کے ارادوں کا اظہار۔ عورت کی تکریم، عزت و وقار بل بورڈوں، فیشن شوز کی بھینٹ باضابطہ پالیسی کے تحت چڑھا دینا۔ گلوبل وارمنگ مادی ہو یا روحانی (بموں کے شعلیں، گناہوں اور ظلم کی حدت کے شرارے۔ مظلوموں کی آہوں کراہوں کی تپش) یہی وجہ ہے! اسی پورے علاقے کو ہم نے اور امریکہ نے مل کر اجاڑا ہے جسے احادیث نے خراسان کہہ کر جنت جہاد اور شہادتوں پر بشارتیں دی ہیں۔ امریکہ نے اسے افپاک کہا ہے۔ یہ لایعنی سوال کہ ان غریبوں پر ہی افتاد کیوں؟ یہ سوال پھوٹتا ہے انکار آخرت سے۔ آخرت لامنتہا ہے۔ زندگی مختصر اور صرف امتحان ہے۔ یہ دارالجزاء نہیں ہے۔ کسی کی (خصوصاً مترفین اور ظالموں کی) رسی دراز کی جاتی ہے اور کسی کا امتحان مختصر ہو جاتا ہے۔ حدیث میں جواب موجود ہے۔ (1) جس قوم میں گناہوں کا ارتکاب ہو اور بدکرداروں کے مقابلے میں دوسرے لوگ غالب ہوں اور پھر بھی وہ ان کو نہ روکیں تو اللہ تمام پر اپنا عذاب نازل فرماتا ہے، (مسند احمد) (2) گناہوں کی کثرت پر آپ ﷺ نے خواص و عوام پر عذاب کی وعید دی۔ اس سوال پر کہ کیا نیک اور صالحین نہ ہوں گے؟ فرمایا: جو لوگوں پر افتاد آئے گی ان پر بھی آئے گی۔ پھر اللہ کی جانب سے ان کی بخشش ہوگی اور ان کے لیے اللہ کی رضا مندی اترے گی (مسند احمد) نیز یہ بھی کہ: یہ ایمان والوں کے حق میں نصیحت، موعظت اور رحمت ہے اور کافروں منکروں کے لیے عذاب اور خدا کا قہر و غضب۔ سو بلاشبہ تباہ کاری مینجمنٹ (NDMA) ہوگی۔ اس کے لیے بہت کچھ بدلنا ہو گا۔ 78 چینلوں سے موجبات غضب کا سدِ باب۔ سیکولرزم کے اژدہے کا سر کچلنا ہوگا۔ 7 اکتوبر 2001ء والا راستہ پورا بدلنا ہوگا۔ ورنہ حساب تو چکانا پڑے گا۔ خدانخواستہ یہاں بھی اور وہاں بھی! استغفار اور توبہ عملی درکار ہے۔ توبۃ النصوح۔ سچی خالص! لیکن:

جام مرا توبہ شکن، توبہ مری جام شکن
سامنے ڈھیر ہیں ٹوٹے ہوئے پیمانوں کے!

☆☆☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور کے پروفیسر، عمر 46 سال، ہمراہ تین بڑے بچے، کو دوسری شادی (پہلی بیوی سے علیحدگی) کے لیے دین دار، باپردہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، پڑھی لکھی مختصر فیملی (ترجیحاً لاہور رجھنگ کی رہائشی) بے اولاد، بانجھ خاتون، عمر 35 تا 40 سال کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0305-4770349

☆ دیندار گھرانے کی نیک سیرت بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم ایف اے، ذات کشمیری کے لیے تعلیم یافتہ دیندار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0313-5956789

اس نقطے کی طرف......

مفتی ابولبابہ شاہ منصور

اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر کے مکر جانا نہایت خطرناک ہے، خصوصاً جب وعدہ مشروط ہو اور اس کے عوض اللہ احکم الحاکمین سے منت سماجت کر کے کوئی چیز منظور کروائی گئی ہو۔

انسان جیسا جرم کرتا ہے، قانون قدرت ہے کہ اسے ویسی ہی سزا ملتی ہے۔ ملتی جلتی۔ ترکی بہ ترکی۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ ﴿جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا﴾ ”برائی کا بدلہ اسی جیسی سزا ہوتی ہے۔“ (یونس:27)

خفیہ اور انفرادی گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف کرتا رہتا ہے لیکن جو گناہ کھلم کھلا، علانیہ ہوں اور اجتماعی ہوں، ان سے ایک وقت تک تو مہلت مل جاتی ہے لیکن توبہ کا دروازہ بند ہوتے ہی اس کی سزا اس دنیا ہی میں مل کر رہتی ہے۔ ”میری تمام اُمت کو معافی مل سکتی ہے سوائے کھلم کھلا ڈنکے کی چوٹ پر گناہ کرنے والوں کے۔“ ((كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ))

اوپر جو تین جملے یا تین مختصر پیراگراف لکھے گئے ہیں، یہ بظاہر بے ربط ہیں لیکن درحقیقت ان میں نہ صرف باہمی ربط ہے بلکہ یہ ہمارے آج کے منظرنامے کے ساتھ بھی مربوط ہیں۔ ایک وقت تھا جب ہم اسی برصغیر میں ایک عظیم بادشاہت کھو کر غلامی کی زندگی گزار رہے تھے۔ ہمارے سر پر انگریز کے جانے کے بعد ہندو اکثریت کی تلوار لٹک رہی تھی۔ تب ہمارے بڑے ایک ہی دعا کرتے تھے: ”یا اللہ! اس بیرونی اور اندرونی دشمن کی غلامی سے نجات عطا فرما دے۔ ایک مرتبہ ہمیں ایک ایسا آزاد خطہ عطا فرما دے جہاں ہم اپنی مرضی کی زندگی گزار سکیں۔ پھر ہم کبھی بھی تیری مرضی کے بغیر زندگی نہ گزاریں گے۔“

یہ دعائیں، یہ منت سماجت رنگ لائی اور اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز طور پر ہمیں یہ عجیب و غریب اور بے پناہ وسائل و امکانات رکھنے والا ملک عطا فرما دیا۔ 1947ء میں آگے پیچھے دو نظریاتی مملکتیں وجود میں آئیں: ہندوستان، پاکستان۔ اگلے سال ہی اسرائیل بن گیا۔ اس طرح اب دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ روئے زمین پر یہود، ہنود اور مسلم تین ریاستیں تین نظریات کی بنیاد پر قائم ہو گئیں۔ بدقسمتی سے یہود اور ہنود نہ صرف اپنے نظریے سے وفاداری کا بھرپور مظاہرہ کر رہی ہیں بلکہ آپس میں مسلم دشمنی کے ”تاریخی جدلی نظریئے“ پر باہم متفق بھی ہیں، جبکہ ہمارے ہاں تمام نظریات یکے بعد دیگرے آزمائے جا چکے ہیں۔ صرف ایک اسلام ہے جس سے وفا تو درکنار غدر در غدر کا ارتکاب مسلسل غضب الٰہی کو دعوت دے رہا ہے اور ہم ہیں کہ ہوش میں آ کے نہیں دے رہے۔ کسی بندے سے کیے گئے وعدے سے مکرنا نہایت مکروہ عمل ہے، چہ جائیکہ احکم الحاکمین سے مشروط وعدہ کر کے صاف مکر جانا اور بار بار اس بدعہدی کو بلا کسی جھجک کے دہرائے جانا، تصور کیا جا سکتا ہے کہ کتنا خطرناک ہو سکتا ہے! سود ایسا جرم ہے جس کی سزا میں سود خور کو قیامت کے دن مرگی کے مریض کی طرح مخبوط الحواس، نیم پاگل حالت میں اُٹھا کر میدان حشر کی طرف ہنکایا جائے گا۔ اس جرم اور سزا میں مناسبت شاید یہ ہے کہ سود خور ہمیشہ دنیا کو دھوکا دیتے اور بے وقوف بناتے چلے آئے ہیں۔ سودی نظام جس قدر ظالم اور سنگدل ہوتا ہے، خود کو اسی قدر عوام کا ہمدرد اور رحمدل باور کراتا ہے۔ مثلاً آج کل کہا جاتا ہے کہ غریبوں کی بچت اور بیواؤں، یتیموں کے مال کو محفوظ سرمایہ کاری میں لگانا کون سا جرم ہے! سود تو تب ظلم تھا جب کسی غریب کی ذاتی ضرورت کے لیے اسے قرض دے کر اس کی مجبوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے وصولا جاتا تھا۔ آج کل کے بینک تو غریب کی رقم کو حفاظت کی ضمانت کے ساتھ امیر سرمایہ داروں کو دے کر ان سے متناسب ”نفع“ لیتے ہیں جس سے غریب پنشن یافتہ عوام کا چولہا جلتا ہے۔ یہ تو عوام کی معاشی خدمت اور ملک و قوم کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ اسے ظلم کہنے کے بجائے جائز کرنے کے لیے کوئی ”اجتہاد“ کرنا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ سود کل بھی سنگدلانہ برتاؤ تھا اور آج بھی انتہائی سنگین معاشی ظلم ہے۔ فرق یہ ہے کہ کل کے سود خور مہاجن یا ساہوکار کو دنیا ظالم اور مکروہ کردار کا حامل انسان سمجھتی تھی، جبکہ آج سود کو ناگزیر ضرورت اور سود لینے والے کو مظلوموں کا ہمدرد اور پس ماندہ افراد کا سہارا سمجھتی ہے۔ آج کی جدید دنیا کا سود زمانہ قدیم کے سود سے زیادہ تباہ کن اور خطرناک صرف اس لیے نہیں کہ پہلے اس سے افراد اور خاندان تباہ ہوتے تھے، اب ملک اور قومیں برباد ہوتی ہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ کل ہر کوئی اس گھن چکر کو سمجھ لیتا تھا، آج اس بکھیڑے کو سمجھنا ہر کسی کے لیے با آسانی ممکن نہیں ہے۔ آیئے! اس نظام کی چک پھیریوں اور گھمن گھیریوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

سودی بینکنگ کے نظام کا کہنا یہ ہے کہ ہم تو غریبوں کی بچت کو امیر سرمایہ داروں کے حوالے کر کے ان سے جو سود لیتے ہیں، اس میں سے چند فیصد رکھ کر بقیہ غریب عوام کو دے دیتے ہیں جس سے ان کا کاروبار زندگی چلتا ہے۔ یہ اس دنیا کے بڑے جھوٹوں میں سے ایک ہے۔ بینک کے پاس عوام کی جو رقم جمع ہوتی ہے وہ اس کو ایک تکنیک کے ذریعے کئی گنا بڑھا کر آگے سودی قرض پر دیتا ہے اور عوام کو کانوں کان اس کی خبر نہیں ہونے دیتا۔ ہوتا یہ ہے کہ جس کارخانہ مالک یا درآمد کنندہ کے نام بینک قرضہ منظور کرتا ہے، اسے رقم اکٹھی نہیں دیتا بلکہ اس کے نام اکاؤنٹ کھول دیتا ہے۔ وہ سرمایہ کار ساری رقم اکٹھی نہیں لے جاتا بلکہ ضرورت کے بقدر کر لیتا ہے۔ اس طرح بینک کو موقع ملتا ہے کہ تھوڑی سی رقم کو کئی لوگوں کو سود پر دے کر ان سے سود وصول کرتا رہے اور عوام کو صرف ایک گاہک کو دی گئی رقم کا سود دے۔ بینک کی پانچوں گھی میں اور عوام کا سر کڑاہی میں۔ یہ محدود سود بھی وہ سرمایہ کار تجارتی اشیاء کی لاگت میں شمار کر کے عوام سے واپس وصول کر لیتا ہے جو بینک سے سودی قرض لے کر گیا تھا۔ اس طرح عوام کے ہاتھ دھول کے علاوہ کچھ نہیں آتا۔

دوسری طرف بینک کے پاس بے شمار رقوم ایسی آتی ہیں جن پر اسے کوئی سود نہیں دینا پڑتا، اور وہ ان پر کمایا جانے والا سارا سود خود ہی ہضم کر لیتا ہے۔ مثلاً حج کے لیے جمع کرائی جانے والی رقوم، یوٹیلیٹی بلز کی رقوم، بینک کے ذریعے کہیں بھیجی جانے والی رقوم جو کچھ دنوں تک بینک کی تحویل میں رہتی ہیں۔ نیز کرنٹ اکاؤنٹ کی رقومات وغیرہ

وغیرہ۔ یہ رقم ''بینک فلوٹ'' کہلاتی ہیں۔ ان پر وہ جی بھر کے سود وصول کرتا ہے، اسے منافع کا نام دیتا ہے، عوام کی خدمت کے نام پر ڈکار جاتا ہے۔ پھر علماء سے اسے جائز کرنے کے لیے ''اجتہاد'' کی درخواست کرتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے قیامت کے قریب لوگ حرام کو حلال کا نام دے کر استعمال کریں گے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں مختلف قسم کے عذابوں کی وعید سنائی گئی ہے۔ قرآن شریف میں ان لوگوں کا عبرت ناک قصہ سنایا گیا ہے جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ انہیں اپنے فضل سے نواز دے تو وہ ہمیشہ دوسروں کو بھی اسی سے حصہ دیں گے اور شکر گزار بندے بن کر رہیں گے۔ سود پر آنے والی قرآن وحدیث کی وعیدیں دیکھ کر اور ہمارے ہاں عوامی سطح کے بعد قانونی اور عدالتی سطح پر سود کی ممانعت کے بجائے اسے تحفظ دیتے دیکھ کر دل کانپ جاتا ہے کہ کہیں ہم اس نقطے کی طرف، اس حدّ فاصل کی طرف تو نہیں بڑھ رہے جس کے بعد کلمۂ حق نازل ہو جاتا ہے، مہلت ختم ہو جاتی ہے اور ایسی ایسی آسمانی وزمینی آفات آتی ہیں کہ الامان والحفیظ!

دل ودماغ سن ہے کہ ہم کیا کرنے چلے آئے تھے اور اب کیا کر چکے ہیں! اجتماعی توبہ نہ کی گئی تو پھر نہ سیلاب وزلزلے میں کوئی مدد دینے آئے گا اور نہ اسے زمینی جنگوں کے برے انجام سے کوئی بچا سکتا ہے جس کے خلاف آسمان پر اعلان جنگ ہو چکا ہو۔ اللہ تعالیٰ انتہائی غفور ورحیم ہے، لیکن جب وہ پوچھنے پر آجائے تو پھر نہ مولوی صاحب سے کروائی گئی دعائیں کام آتی ہیں اور نہ مدارس والوں کا رونا دھونا، ایسا دھڑن تختہ ہوتا ہے کہ تخت کے بجائے انسان تختے کی تمنا کرتا ہے، لیکن وہ پوری ہو کر نہیں دیتی۔

☆☆☆

اہم اطلاع

قارئین متوجہ ہوں کہ موجودہ رسالہ ''حرمتِ سود نمبر'' 8 اضافی صفحات پر مشتمل ہے۔ ضخامت کے باوجود قیمت میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ قارئین اور احباب لوگوں کو سود کی خباثت اور شناعت سے آگاہ کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر تقسیم کریں۔ (ادارہ)

سود کے بارے میں مسلمان کا رویہ

حافظ محمد مشتاق ربانی

ہم عام طور پر سوچتے ہیں کہ گناہ تو ترک نماز ہے، روزہ چھوڑنا ہے اور چوری کرنا جیسے کام ہیں۔ سود کیسے گناہ ہے؟ سود پر قرض دینا تو آج کل لوگوں کی مشکل آسان کرنا کے مترادف ہے۔ لوگ قرضہ دینے میں ایک دوسرے کے اوپر اعتماد نہیں کرتے، لہٰذا اگر کوئی شخص یا بنک کسی کو سود پر قرض دیتا ہے تو اس کی یہ مشکل حل کی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے لوگوں کی مشکلات اور بڑھتی ہیں۔ لوگ معاشی دلدل میں پھنس جاتے ہیں، جس سے نکلنا آسان نہیں ہے۔ سود تو معاشی غلامی کا ایک ہتھیار ہے۔ جو لوگ سود پر قرض لیتے ہیں وہ ان لوگوں کے غلام ہوتے ہیں جو سود کھاتے ہیں۔ عالمی سطح پر بھی وہ ممالک اور قومیں جو بین الاقوامی اداروں سے سود پر قرض لیتی ہیں وہ غلامی میں جکڑی جاتی ہیں۔ آئی ایم ایف اور دیگر مالیاتی ادارے قوموں کو شکنجے میں باندھنے کے لیے ہیں۔ جب وہ سود پر قرض دیتے ہیں تو ان کی اپنی شرائط ہوتی ہیں۔ اس قرض کے بدلے وہ معاشرتی اور سیاسی سطح پر ایسے قوانین وضع کرواتے ہیں جو مسلمانوں کی ثقافت سے تعلق نہیں رکھتے۔ قرض سے ان اداروں کا اثر ورسوخ بڑھ جاتا ہے اور قرض لینے والے ممالک ان کی کالونیاں دکھائی دیتے ہیں اور ان کے دست نگر رہتے ہیں۔ ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف وہ ادارے ہیں جو یہودیوں کے زیر تسلط ہیں اور یہودی بحیثیت قوم کبھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ ہمیں اپنے وسائل پر انحصار کرنا چاہیے اور اپنے اندر خودی کو اجاگر کرنا چاہیے۔

ایک سچے مسلمان کی کوشش ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے۔ اس کو ہمیشہ راضی رکھے اور اس کے غضب کو دعوت نہ دے۔ سود ایک ایسا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہے۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ سود ایک نفع بخش ذریعہ آمدنی ہے کیونکہ اس پر کوئی زیادہ خطرہ مول نہیں لینا پڑتا۔ کاروبار میں ہر وقت خطرہ منڈلاتا رہتا ہے۔ سود اور تجارت کو ایک جیسا سمجھنا انسان کی کوتاہ نظری ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں۔

سود سے انسانیت ہمیشہ بے چین رہی ہے۔ اسلام محنت کا درس دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو طاقت اور صلاحیتیں اسی لیے عطا کی ہیں کہ انسان ان صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر محنت سے انسانوں کو فائدہ پہنچائے۔ کرگس کی طرح مردہ خوری نہ کرے بلکہ شاہین کی پرواز کرے۔ زندگی میں جدوجہد کرے۔ اللہ تعالیٰ کی اس دنیا کو اپنی محنت سے خوبصورت بنائے۔ اس محنت کے نتیجے میں انسان آگے بڑھے گا، اس کی سوچ بدلے گی اور اس کے اشرف المخلوقات ہونے کا پتہ چلے گا۔

ہم لوگ کم فہمی کی بنا پر کہہ دیتے ہیں کہ علماء سود کے بارے میں اتنی مخالفت کرتے ہیں تو انہیں سود کے متبادل بینکنگ سسٹم لانا چاہیے۔ ایسے لوگوں کا خیال ہے کہ سود کے بغیر معاشی سسٹم نہیں چل سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ سود کے بغیر معاشی نظام چلانا مسلمان حکومت کی ذمہ داری ہے۔ علماء آراء اور تجاویز پیش کریں۔ یہ بات ماننے میں کوئی شرمندگی نہیں کہ اب اکنامک سسٹم اتنا وسیع ہے کہ درس نظامی سے فارغ فضلاء اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اس کو سمجھنے کے لیے شرعی علوم اور جدید معاشیات کا علم ضروری ہے۔ علماء کرام کسی معاشی پہلو کی حلت وحرمت کو سمجھتے ہیں لیکن آگے بڑھ کر مسئلے کی باریکیوں سے عدم واقفیت رکھتے ہیں۔ اس معاشی مسئلہ کے حل کے لیے دراصل مسلمان ماہرین معاشیات کی ضرورت ہے، جن میں یہ فکر موجود ہو کہ ہم نے سود کی لعنت سے انسانیت کو بچانا ہے۔

اس وقت سب سے بڑا مسئلہ سود ہے۔ اس کے خاتمہ کے لیے اقدامات کرنا ایک قابل تعریف عمل ہوگا۔ عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ ممکنہ حد تک اس سے دور رہیں۔ علماء کو چاہیے کہ وہ اس کی شناعت معاشرے میں عام کریں۔ یہ اتنا بڑا شنیع عمل ہے کہ اس کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ حرب قرار دیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ حرب تو دشمن سے کی جاتی ہے، تو گویا جو سود لینے اور دینے کا حمایتی ہے وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف جنگ کر رہا ہے۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ

سود کا سد باب کرے۔اس کے متبادل سسٹم لائے جو شریعت کے مطابق ہو۔متعلقہ ادارے اس پر کام کا سنجیدگی سے آغاز کریں۔لیت ولعل اور ٹال مٹول سے اجتناب کریں۔

سود کے خاتمہ سے ہماری معیشت ترقی کرے گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری معیشت میں برکت پیدا کرے گا۔عالمی سطح پر پاکستان ایک نئے انداز سے روشناس ہوگا۔حقیقت میں یہ ملک نیا پاکستان بنے گا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایٹمی قوت بننے سے پاکستان کا وقار بڑھا ہے۔اس کے دشمن ایٹمی قوت ہونے کی وجہ سے ہم سے خوف زدہ ہیں۔اگر ہم سود کا سد باب کرتے ہیں تو پاکستان عالم اسلام کا روشن ستارہ بنے گا اور ہم کئی طرح کی مالیاتی پابندیوں سے آزاد ہو جائیں گے۔اس صورت میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہوگی۔ ہم نے پاکستان کی تاریخ میں بڑے بڑے فیصلے کیے ہیں جن کو کرتے ہوئے ہمیں بہت سے خطرات لاحق تھے۔جب ہم نے ایسے فیصلے اور اقدامات کر لیے اور خوف زدہ نہیں ہوئے تو سود کا خاتمہ تو ہمارے لیے ان کے مقابلے میں آسان ہے۔پوری قوم اس سے نجات چاہتی ہے۔سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فیصلہ دیا ہے کہ اس کو ختم کرو۔کل کو اگر عالمی حوالے سے سود کے حق میں دباؤ آتا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہماری شریعت کا حکم ہے۔سود کو ختم کرنے کے لیے ہمیں مضبوط قوت ارادی کی ضرورت ہے۔

ہمیں کم از کم اس بحث میں تو لوگوں کو الجھانا نہیں چاہیے کہ قرآن حکیم میں جس سود کی حرمت کا ذکر ہے وہ مہاجنی سود ہے۔واقعہ یہ ہے کہ قرآن نے بنیادی اصول دیا ہے کہ ربا حرام ہے۔اب جس پر ربا کا اطلاق ہو اس سے نجات حاصل کرنی چاہیے خواہ وہ شخصی حوالے سے ہو یا کسی سسٹم کے تحت ہو۔بنک کا سود تو مہاجنی سود سے بھی کئی اعتبارات سے زیادہ خطرناک ہے۔جب ہم اس کو بینکنگ اور سسٹم کے طور پر اختیار کریں تو اس کا صاف مطلب ہے کہ ہم ایک جتھے کے طور پر قانون الٰہی سے بغاوت اور سرکشی کر رہے ہیں۔ہم جانتے ہیں کہ جب کوئی قوم اجتماعی طور پر کسی بڑے گناہ میں ملوث ہو جائے تو پھر اس قوم میں اخلاقیات کا فقدان ہو جاتا ہے۔

ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ایک ملک جو اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا،اس میں ابھی تک سود جیسے کبیرہ گناہ سے بھی چھٹکارا نہیں پایا جا سکا۔بانی پاکستان نے تو واضح طور پر اس کے خاتمہ کے لیے اقدامات کرنے کی ہدایت کی تھی۔آج ہم جمہوریت کے دعویدار ہیں اور جمہوریت کا تقاضا ہے کہ ہم وہ کام کریں جو انسانوں کے حق میں ہو۔سود کے خاتمہ میں انسانیت کی بقا ہے تو ہمیں چاہیے کہ اس کو فوری طور پر ختم کریں۔یہ طرزِ عمل اختیار کرنا کہ پہلے اس کی مخالفت میں دلائل کا انبار لگایا جائے اور پھر اس کی فائل کو صرف اوپن کیا جائے،درست رویہ نہیں ہے۔جب اللہ اور اس کے پاک رسولؐ کا فیصلہ آجائے تو پھر انسانوں کی مرضی ختم ہو جاتی ہے۔علماء وفقہاء اور دانشور ان امور میں ہی اجتہاد کر سکتے ہیں جن میں شریعت کا واضح حکم نہ ہو یا شرع خاموش ہو۔سود تو ایک ایسا منحوس عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نحوست کو واضح کیا ہے۔کسی بڑے سے بڑے مفتی کے فتویٰ سے بھی سود جائز نہیں ہو سکتا۔یہ دین کا ایک ایسا پہلو ہے کہ جس کا تعلق ہماری عبادت اور دعا کے ساتھ ہے۔ایک مسلمان جو سود سے اجتناب کرتا ہے وہ عبادات اور دعاؤں میں ایک چاشنی اور لذت محسوس کرے گا جبکہ ایک دوسرا جو سودی لین دین کرتا ہے اس کو عبادت سے سکون قلب حاصل نہیں ہوگا۔سود خوری سے انسان کی روح کو قرار نہیں ملتا، وہ مضطرب رہتی ہے۔

☆☆☆☆☆

داعیٔ قرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی چند فکر انگیز تالیفات

شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن اب کتابی شکل میں
بیانُ القُرآن
ترجمہ و مختصر تفسیر
7 حصوں میں، قیمت 3600 روپے

قرآن حکیم کی عظمت وتعارف اور حقوق ومطالبات جیسے علمی وعملی موضوعات پر 8 کتابوں کا مجموعہ
قرآنِ حکیم اور ہم
اشاعت خاص 450 روپے، اشاعت عام 300 روپے

عظمت مصطفیٰ ﷺ، مقصد بعثت، اسوۂ رسول ﷺ اور سیرت نبویؐ کے انقلابی پہلوؤں پر مشتمل مقالات کا مجموعہ
رسولِ اکرم ﷺ اور ہم
اشاعت خاص 450 روپے، اشاعت عام 300 روپے

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں اسلامی انقلاب کے مراحل ومدارج اور لوازم
منہجِ انقلابِ نبویؐ
مجلد 400 روپے، غیر مجلد 200 روپے

سیرت مطہرہ کے دل پذیر موضوع پر ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے آخری خطابات کا مجموعہ
سیرتِ خیرُ الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام
صفحات 240، قیمت 180 روپے

شرک کی حقیقت، اقسام اور دورِ حاضر کے شرک سے واقفیت کے لیے مطالعہ کیجیے
حقیقت و اَقسامِ شرک
اشاعت خاص 100 روپے، اشاعت عام 60 روپے

امت مسلمہ سے خطاب کے ضمن میں قرآن کی جامع ترین سورت
سُورۃُ الحدید
(اُمُّ المُسبّحات) کی مختصر تشریح
اشاعت خاص 300 روپے، اشاعت عام 150 روپے

خلافت کی حقیقت
اور عصرِ حاضر میں اس کا نظام
اشاعت خاص 200 روپے، اشاعت عام 100 روپے

☆علماء کرام، مدرسین اور طلاب کے لیے خصوصی رعایت☆مفصل فہرست بلاقیمت طلب کیجیے

مکتبہ خدام القرآن
K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور
فون 3-35869501(042)
ای میل maktaba@tanzeem.org ویب سائٹ www.tanzeem.org

ALLAH's WAR

By: Muhammad Faheem

Allah *(SWT)* has laid down in the Quran, "O you who have attained faith! Fear Allah and give up what remains from usury if you are (truly) believers. If you don't, then take notice of a war from Allah and His Messenger; and if you repent then you shall have your capital. Do not do wrong and you shall not be wronged." *(Al-Baqara: 278-279)*. In light of these Divine warnings, Allah *(SWT)* and His Messenger *(SAW)* are in the state of war against us, which is a reason for our deprivation of His *(SWT)* mercy and our entanglement in the torments of various natures. If we don't abstain from this horrifying fight we are doomed to face Allah's *(SWT)* wrath both here and in the Hereafter. To understand the severity of the practice of Riba, we should bring into fore one Hadith of the Holy Prophet *(SAW)* that is enough to completely paralyze a sane man's nerves. The Prophet *(SAW)* is reported to have said, "Riba has 70 parts and the smallest of that is tantamount to the act of fornication with one's mother". The Prophet *(SAW)* has uttered these words simply to exemplify the horrible and the fatalness of the system of Riba for the believers.

This is the dark side of the history of Pakistan which is stained with the filth of usury. Nevertheless, the righteous scholars, the religious leaders and religious organizations have never been oblivious to the curses of the system and they have always been in struggle against the menace using all their means in this regards. Besides the mosque pulpit, Friday sermon and religious gatherings they have used every accessible forum to voice against Riba in all circumstances. It was the struggle of these people that the Federal Shariat Court gave its verdict against usury in 1992 and declared it as illegal and 'haram'. The rulers of that time kept the matter off from implementation by one pretext or the other. It was the Appellate Bench of the Supreme Court of Pakistan that upheld the verdict of the Shariat Court. Then, unfortunately, Pervez Musharraf after usurping power from the civil rulers of that time threw the matter for review in the cold storage to never resurface again. Musharraf not only committed this unforgivable crime but also removed the very renowned scholar and a great authority on the Islamic jurisprudence, Maulana Taqi Usmani from the Shariat Court thus burying everything of virtue achieved so far. The Musharraf era was the era of Western dictates and he was ready to carry out every order that came from Washington. The matter remained buried during that black period.

Now again a verdict has come from a bench of the Supreme Court of Pakistan which has stunned everyone who has even a grain of Eiman and belief in the injunctions of Allah *(SWT)* and His Prophet *(SAW)*. This appeal against the usury system in vogue in Pakistan was launched by various religious organizations, Ulema and scholars. It is of no use to repeat the wordings of the verdict here as they have been fully made public by the media. This decision has very clearly forced the nation to be inside the wrestling ring to taste the blows of fight from Allah *(SWT)* and His Prophet *(SAW)*. (God forbid! Did they not

have the slightest of fear from the wrath of Allah?) The very perplexing part of the remarks made by a Judge says, “One who indulges himself in usury will taste Allah’s chastisement!” There is no doubt that Allah *(SWT)* will see to it but should the government and the courts leave all the crimes going on with the pretension that Allah *(SWT)* will see with such offenders? It is our basic belief that every action of man in this world has to be rewarded on the Day of Judgment and nobody could escape from the Divine wrath including all those judges who have favored continuity of Riba in this Islamic country. With this verdict the probability is that this nation is going to face the toughest consequences in future as the crime will now be treated for granted after having the judicial approval. To me it seems that nothing can stop us from heading towards the consequence of complete annihilation as has been the history of those nations which are repeatedly mentioned in the Holy Book for us to learn a lesson from.

The executive and the legislature have constantly failed in delivering something good to fulfill the ideals of Quaid-e-Azam, the ideologue of Pakistan. The politicians and their respective governments taking turns have only been concentrating on their own interest and are trying to grab as much as they can. The law makers have no interest in struggling for legislation to bring Pakistan nearer to its ideological objectives. Their only interest is in getting enhanced privileges and development funds so as they can further inflate their bank balance and boost up their political influence in their electoral areas. This most important issue of eliminating usury could be taken up even in the parliament if our politicians had a will for and interest in it. Undoubtedly majority of the members of parliament would have given their vote for abolishing the menace, irrespective of party affiliation, probably with the exception of a few secularists. The resultant of the misdeeds and wrong policies of these important actors has left the Pakistani nation no longer a single coherent entity. Today we see fragmentation on the basis of nationality, race, province, language and above all creed, religion and sect. We are no longer a consolidated nation but a mob of different hues and colors. The nation had attached great expectations to the country’s judiciary during the past few years and there was every hope that we would get rid of the war we are in with Allah *(SWT)* and His Prophet *(SAW)*. But alas! All the hopes and aspirations were dashed to the ground after the verdict came in favor of interest based system in Pakistan. The only answer to the question if asked is that the war is likely to continue. Are we ready to ponder on the point with whom this war is on? Now let us put this question exclusively to our rulers in executive, the parliamentarians in the legislature and the honorable judges in the Judiciary whether they are ready and willing to continue the standoff? Can they answer this question about justice? It is time for all of us to repent before Allah *(SWT)* and start a concerted effort at the national level using all peaceful means to make a strong public opinion against this massive rebellion. It is time for the Ulema, the intellectuals, the lawyers, the teachers, the politicians, the lawmakers and the judicial authorities to give a second thought to the matter and make a sincere effort to eliminate this very dreadful menace from our country so that the Allah’s *(SWT)* War against us comes to a standstill.

Vol: 24 Regd. No. C.P.L NO.114 No.42

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore